ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

14

www.tanzeem.org

8 تا 14 اپریل 2014ء / 7 تا 13 جمادی الاُخریٰ 1435ھ

اس شمارے میں

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے

آخرت میں رشتے ناتے کام نہ آئیں گے

ترا اندیشہ لولاکی نہیں ہے

غیور پختون قبائلی بھائی

اسلامی نظریاتی کونسل اور نفاذِ اسلام

ارب ڈالر کا زہر

کلامِ اقبالؒ

پروفیسر طارق مسعود کی رحلت

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اسلامی حکومت کا مطلب؟

دینِ حق دراصل انسانی آزادی اور حریت کے لئے ایک عمومی چارٹر اور منشور ہے۔ یہ انسان کو انسان کی غلامی سے آزاد کرانے کا اعلان کرتا ہے۔ یہ اسے اپنے نفس کی بندگی سے بھی آزاد کراتا ہے کہ یہ بھی بندوں کی غلامی کی ایک صورت ہے۔ دینِ حق کا یہ اعلان دراصل اللہ وحدہٗ لاشریک کی الوہیت کا اعلان ہے اور اس امر کا اعلان ہے کہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ تمام جہانوں کے رب ہونے کے معنی کیا ہیں؟ یہ انسانی حاکمیت کے خلاف ایک انقلابی نعرہ ہے‘ اس انسانی حاکمیت کی کوئی صورت ہو‘ کوئی سی ہیئت ہو، اس کا جو بھی نظام ہو اور جو بھی طریقہ ہو۔ اللہ کی ربوبیت کے یہ معنی ہیں: زمین کے ہر ایک گوشہ میں انسانی حاکمیت کو چیلنج کر دینا جس صورت میں کہ یہ موجود ہو‘ یا یوں کہیے کہ اللہ کی ربوبیت کے معنی ہیں کہ انسان کی خدائی کو چیلنج کیا جائے جس صورت میں کہ یہ موجود ہو‘ اور اس کا سبب یہ ہے کہ جس حکم کا سرچشمہ انسان کی اپنی رضا ہو اور جس حکم میں اقتدارِ اعلیٰ انسان ہی کا تسلیم کیا گیا ہو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس حکم میں انسان کو الٰہ بنا لیا گیا ہے‘ بعض نے بعض کو اللہ کے مقابلے میں رب ٹھہرا لیا۔

تو اس صورت میں اللہ کی ربوبیت کے اعلان کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے غصب کردہ اقتدارِ اعلیٰ کو ان کے ہاتھوں سے چھین کر اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دینا اور ان غاصبوں کو اقتدارِ اعلیٰ کے اس منصب سے اتار دینا۔ یہ غاصب جو لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے قانون کا پابند بناتے ہیں خود ان کے سامنے رب بن کر بیٹھتے ہیں اور انہیں غلاموں کا درجہ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے ”بشری حاکمیت کے مقابلہ میں حکومتِ الٰہیہ کا قیام“۔ قرآن مجید کے اپنے الفاظ میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ ﴿هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ﴾ ”اللہ کی حاکمیت جس طرح آسمانوں پر ہے اسی طرح زمین پر بھی ہے۔“

زمین پر حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی یہ صورت نہیں ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے اونچے مقام پر کسی مذہبی طبقہ کو فائز کر دیا جائے‘ جس طرح کلیسا کے اقتدار کے دور میں ہوا۔ اسی طرح حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی یہ شکل بھی نہیں ہے کہ تھیاکریسی کے نام سے مذہبی طبقہ کو الٰہ بنا لیا جائے۔ اس کی تو ایک ہی صورت ہے کہ اللہ کی شریعت کا نفاذ عمل میں لایا جائے اور حاکمیت کے معاملہ کو اللہ کی طرف لوٹا دیا جائے اور اسی کے حکم کے مطابق فیصلے کئے جائیں جس طرح کہ اس نے اپنی نازل کردہ شریعت میں بیان فرما دیا ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

سید قطب شہیدؒ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

رسول اللہ ﷺ کی دعوتی تحریک میں نیا موڑ

سُورۃُ الحِجر | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 94 تا 96

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِیۡنَ یَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۚ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾

آیت ۹۴ ﴿فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۹۴﴾﴾ ’’اب آپؐ علی الاعلان بیان کریں جس کا آپؐ کو حکم دیا جا رہا ہے اور ان مشرکوں کی ذرا پروانہ کریں۔‘‘

اس حکم کو رسول اللہ ﷺ کی دعوتی تحریک میں ایک نئے موڑ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس سے قبل آپ ﷺ اپنے قریبی ساتھیوں اور رشتہ داروں کو انفرادی طور پر دعوت دے رہے تھے‘ جیسے آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بات کی‘ اپنے پرانے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دعوت دی‘ اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعتماد میں لیا جو آپؐ کے زیر کفالت بھی تھے اور اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بھی بات کی۔ آپ ﷺ کی اس انفرادی دعوت کا سلسلہ ابتدائی طور پر تقریباً تین سال پر محیط نظر آتا ہے۔ بعض لوگ اس دور کی دعوت کو ایک خفیہ (underground) تحریک سے تعبیر کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں۔ اعلانِ نبوت کے بعد آپ ﷺ کی سیرت میں کوئی دن بھی ایسا نہیں آیا جس میں آپ ﷺ نے اپنی اس دعوت کو خفیہ رکھا ہو‘ مگر ایسا ضرور ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت فطری اور تدریجی انداز میں آگے بڑھی اور آہستہ آہستہ ارتقا پذیر ہوئی۔ اس دعوت کا آغاز گھر سے ہوا‘ پھر آپ ﷺ تعلق اور قرابت داری کی بنیاد پر مختلف افراد کو انفرادی انداز میں دعوت دیتے رہے اور پھر تقریباً تین سال کے بعد آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ اب آپ ﷺ علی الاعلان یہ دعوت دینا شروع کر دیں۔ اس حکم کے بعد آپ ﷺ نے ایک دن عرب کے رواج کے مطابق کوہِ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو اونچی آواز سے اپنی طرف بلانا شروع کیا۔ عرب میں رواج تھا کہ کسی اہم خبر کا اعلان کرنا ہوتا تو ایک آدمی اپنا پورا لباس اتارتا‘ بالکل ننگا ہو کر کسی اونچی جگہ پر چڑھ جاتا اور ’’وَاصَبَاحَا‘‘ کا نعرہ لگاتا‘ کہ ہائے وہ صبح جو آیا چاہتی ہے! یعنی میں تم لوگوں کو آنے والی صبح کی خبر دینے والا ہوں! اس زمانے میں ایسی خبر عام طور پر کسی مخالف قبیلہ کے شب خون مارنے کے بارے میں ہوتی تھی کہ فلاں قبیلہ آج صبح سویرے تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ ایسے شخص کو ’’نذیر عریاں‘‘ کہا جاتا تھا۔ اس رواج کے مطابق (لباس اتارنے کی بیہودہ رسم کو چھوڑ کر) آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر ’’وَاصَبَاحَا‘‘ کا نعرہ لگایا۔ جس جس نے آپ ﷺ کی آواز سنی وہ بھاگم بھاگ آپ ﷺ کے پاس آ پہنچا کہ آپ ﷺ کوئی اہم خبر دینے والے ہیں۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے اللہ کا پیغام پیش کیا‘ جس کے جواب میں آپؐ کے بدبخت چچا ابولہب نے کہا: تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا؟ ’’تمہارے لیے ہلاکت ہو (نعوذ باللہ) اس کام کے لیے تم نے ہمیں جمع کیا تھا؟‘‘ دعوت کو ڈنکے کی چوٹ بیان کرنے کے اس حکم اور اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت نبوت کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی تھی۔

آیت ۹۵ ﴿اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ ﴿۹۵﴾﴾ ’’ہم آپؐ کی طرف سے کافی ہیں ان استہزا کرنے والوں (سے نمٹنے) کے لیے۔‘‘

آپؐ ان کی مخالفت کی پروانہ کریں‘ ہم ان سے اچھی طرح نمٹ لیں گے۔ یہ لوگ آپؐ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔

آیت ۹۶ ﴿الَّذِیۡنَ یَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۚ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾﴾ ’’جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود گھڑے بیٹھے ہیں۔ تو عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔‘‘

فرمان نبویؐ

عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ قَالَ: ((مَنۡ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبۡغَضَ لِلّٰہِ وَاَعۡطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسۡتَکۡمَلَ الۡاِیۡمَانَ)) (ابوداوٗد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اُس شخص کے ’’کامل ایمان‘‘ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے جس کی دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے ہو اور جو مال خرچ کرنے اور نہ کرنے میں اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھتا ہو‘‘۔

مؤمن کی زندگی کا نصب العین ’’اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ اسے نہ تو ستائش کی تمنا ہوتی ہے‘ نہ صلہ کی پروا۔ وہ کسی سے جُڑتا ہے تو ذاتی اغراض سے مجبور ہو کر نہیں بلکہ اس لیے کہ اللہ کے دین کا مفاد اسی سے وابستہ ہے۔ وہ کسی سے کٹتا ہے تو اپنے وقار اور ذوق کی بنا پر نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا کے لیے۔ وہ اپنی کمائی ہوئی دولت کو خرچ کرنے میں اللہ کی رضا کو مقدم سمجھتا ہے۔ کتنا‘ کہاں اور کب خرچ کرنا ہے؟ اس معاملہ میں وہ اللہ کے قانون کا پابند ہوتا ہے اور اس پابندیٔ قانون میں (نمود و نمائش کے جذبے سے بے نیاز) محض اللہ کی رضا اس کا مطمحِ نظر ہوتی ہے۔ وہ اس کام پر اپنی جیب سے ایک پیسہ بھی صرف نہیں کرتا جس پر خرچ کرنے سے اللہ کی ناراضی کا اندیشہ ہو۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

8 تا 14 اپریل 2014ء — جلد 23
7 تا 13 جمادی الاُخریٰ 1435ھ — شمارہ 14

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے

سابق صدر پرویز مشرف بالآخر اس فردِ جرم کی زد میں آ ہی گئے جس سے بچنے کے لیے ان کے وکلاء کئی حیلے بہانے کرتے اور عذر تراشتے رہے۔ انہوں نے کئی ماہ سے فوجی ہسپتال میں پناہ لی ہوئی تھی۔ ہم اللہ سے ڈرتے ہوئے یہ الزام تو نہیں لگا سکتے کہ ان کی بیماری وغیرہ سب فراڈ تھا، البتہ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جب بہ امر مجبوری انہیں عدالت میں پیش ہونا پڑا اور جس فردِ جرم کی زد میں آنے سے وہ بچنا چاہتے تھے وہ عائد ہو گئی تو وہ ہسپتال چھوڑ کر اپنے کئی ایکڑ پر پھیلے ہوئے اسلام آباد والے گھر پہنچ گئے۔ لہٰذا حالات و واقعات سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ وہ عدالت میں حاضری اور فردِ جرم کے عائد ہونے سے بچنے کے لیے ہسپتال میں مقیم تھے۔ جونہی یہ سب کچھ ہو گیا وہ واپس گھر چلے گئے۔ واللہ اعلم

قوم کے سامنے پرویز مشرف کا جو جرم لایا جا رہا ہے وہ آئین شکنی ہے۔ اسے غداری قرار دے کر انہیں جمہوریت کا دشمن، منتخب عوامی حکومت پر شب خون مارنے والا طالع آزما ہونے کے ناتے کر قابل گردن زدنی قرار دیا جا رہا ہے۔ ہم ان پر لگائے جانے والے تمام الزامات کو درست سمجھتے ہیں، کسی بھی صورت میں ان کی اس آئین شکنی کو جائز اور درست نہیں سمجھتے۔ اگرچہ یہ بات بھی درست ہے کہ آئین ریاست کے لیے ہوتا ہے، ریاست آئین کے لیے نہیں ہوتی۔ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ ریاست اور آئین میں کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو ظاہر ہے ریاست کو ترجیح دی جائے گی۔ لیکن کیا 12 اکتوبر 1999ء کو یا 3 نومبر 2007ء کو ریاست کی سلامتی کو کوئی خطرہ تھا؟ ہرگز ہرگز ایسا خطرہ نہیں تھا۔ لہٰذا یہ بات صد فی صد درست ہے کہ آرمی چیف پرویز مشرف نے محض اقتدار کی ہوس میں نواز حکومت کا خاتمہ کیا۔ لیکن چند سوالات نواز حکومت سے بھی کیے جانے ضروری ہیں۔ حکومت 3 نومبر 2007ء کو نافذ کردہ ایمرجنسی کو مقدمہ کی بنیاد بنا رہی ہے اور 12 اکتوبر 1999ء کو نظر انداز کر رہی ہے۔ یہ انتہائی مضحکہ خیز صورتحال ہے۔ اگر 12 اکتوبر کا سانحہ رونما نہ ہوتا تو 3 نومبر کا حادثہ کیسے پیش آ جاتا۔ پھر یہ کہ کیا پرویز مشرف نے جہاز میں بیٹھے بیٹھے اکیلے ہی نواز حکومت کا تختہ الٹ دیا؟ کیا آئین میں یہ درج نہیں ہے کہ قانونی حکومت کا تختہ الٹنے میں یعنی آئین شکنی میں جو بھی تعاون کرے گا اس پر آرٹیکل 6 کا اطلاق ہوگا۔ لہٰذا اس وقت کے تمام کور کمانڈرز اور پرویز مشرف کے مارشل لاء کو جائز قرار دینے والے تمام جج حضرات کو بھی کٹہرے میں کھڑے ہونا چاہیے۔

پرویز مشرف پر جن الزامات اور اعتراضات کی بوچھاڑ کی جا رہی ہے وہ درست ہونے کے باوجود انہیں غدار قرار دینا غلط ہے، انہیں صرف آئین شکنی کا مرتکب کہا جانا چاہیے۔ ہمیں حیرت اس بات پر ہے کہ قوم ہی نہیں ملت اسلامیہ کے خلاف جس بدترین غداری اور ظلم کا ارتکاب اس شخص نے کیا ہے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا جا رہا۔ ان کے جس جرم کی وجہ سے آج پاکستان آگ میں جھلس رہا ہے اور برادر اسلامی ملک افغانستان تباہ و برباد ہو گیا ہے، نہ عوام کی قابل ذکر اکثریت اور نہ مقتدر حلقے ہی اس جرم عظیم کی پاداش میں اسے کٹہرے میں لانے کو تیار ہیں۔ کیا کسی مسلمان ملک کے مسلمان حکمران کا یہ جرم کہ وہ کفار اور اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ مل کر ایک اسلامی ریاست کو تباہ و برباد کر دے، لاکھوں مسلمان بھائیوں کو تہہ تیغ کر دے، قابل معافی جرم ہے؟ کیا نائن الیون کے حادثے میں کوئی ایک افغانی بھی ملوث تھا؟ کیا اسامہ بن لادن کے خلاف الزام کسی بھی سطح پر ثابت ہوا تھا؟ کیا کسی بھی سطح پر انصاف کے تقاضے پورے ہوئے؟ کیا کوئی ایسی عدالت قائم ہوئی جس میں سب کو صفائی کا موقع دیا گیا ہو؟ کیا قومی اور بین الاقوامی سطح پر کسی تحقیقاتی کمیشن نے طالبان کی حکومت پر نائن الیون میں

ملوث ہونے کا شبہ تک ظاہر کیا؟ اس ساری صورت حال میں کسی اسلام دشمن قوت کے ساتھ مل کر اپنے مسلمان بھائیوں کے قتل عام میں صرف اس لیے تعاون کرنا کہ مسلمانوں کا یہ دشمن انتہائی طاقتور ہے، اگر اس کا ساتھ نہ دیا گیا تو وہ ہمیں بھی گزند پہنچائے گا اور اس حوالہ سے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانا کیا یہ کوئی جرم نہیں؟

ہم سمجھتے ہیں کہ آج ہم پاکستانی مسلمان غضب الٰہی کا نشانہ ہی اس لیے بنے ہوئے ہیں کہ ہم نے امت مسلمہ سے اس غداری کو ہضم کر لیا' قومی عصبیت کو دینی عصبیت پر ترجیح دی۔ لہٰذا کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ قوم اور اُمت کے خلاف جرم کا ارتکاب کرنے والے پرویز مشرف کو قرار واقعی سزا دی جائے اور قوم اجتماعی سطح پر رجوع کرے' اپنے جرم کا اعتراف کر کے اللہ کے حضور توبہ کی درخواست کی جائے اور افغان بھائیوں پر ہونے والے ظلم کی جو تلافی ہو سکے، وہ کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی تلافی کا صرف ایک طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ جس اسلامی ریاست کو تباہ و برباد کیا گیا تھا ہم اس کی بحالی میں ہر ممکن امداد کریں اور خود پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست میں تبدیل کریں اور جو اندرونی و بیرونی قوتیں اس کی راہ میں حائل ہوں' ان سے نبرد آزما ہوں۔ اگر پرویز مشرف کو آئین شکنی کا قومی مجرم سمجھ کر سزا دی گئی تو یاد رکھیے سندھ بھی ایک قومیت ہے، بلوچ بھی ایک قومیت ہے، لہٰذا ''سب سے پہلے سندھ'' اور ''سب سے پہلے بلوچستان'' کا نعرہ بھی لگ سکتا ہے۔ اگر زمینی بنیادوں پر رشتہ جوڑیں گے' اگر علاقائی عصبیت ''سب سے پہلے'' کی بنیاد ہے تو یہ رشتہ تو ہمارا ہندو کے ساتھ بھی تھا تو پھر متحدہ ہندوستان کے ٹکڑے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ خدارا! اس بات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسری شے کو پاکستان کی بنیاد سمجھا جائے گا اور اس بنیاد پر پاکستان کو متحد رکھنے کی کوشش کی جائے گی تو وہ مصنوعی اور جعلی ہوگی اور کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکے گی۔ اسی وجہ سے ہم تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ہماری سلامتی خطرات سے دوچار ہے۔ اس فکر اور اس راہ کو اگر ہم نے ترک نہ کیا تو یہ خطرات بالآخر ایک حقیقت بن کر سامنے آئیں گے۔ قوموں کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں، یہی اللہ کی سنت رہی ہے۔ وہ افراد کے گناہوں سے اغماض برت لیتا ہے، لیکن ملت کے گناہوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔

پرویز مشرف ایک شخص کا نام نہیں ایک سوچ کا نام ہے۔ صرف پرویز مشرف کو تختۂ دار پر لٹکانے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اس سوچ کو پھانسی چڑھانا ہوگا اور اس طرح دفن کر دینا ہوگا کہ یہ کبھی بر سرِ زمین نہ آ سکے۔ مصر کے جمال عبدالناصر نے مصریوں کو فرعون کے بیٹے کہہ کر پکارا اور اس پر فخر کیا۔ نتیجہ سامنے آ گیا، آج بھی مصری فوج کی گولیاں ہیں اور مصری مسلمانوں کے سینے ہیں یعنی باہم قتل و غارت گری ہو رہی ہے۔ عراق کے صدر صدام حسین نے خود کو نمرود کے ساتھ جوڑا، آج تک عراقی خون میں غلطاں ہیں اور ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں۔ ایران کے شاہ رضا پہلوی نے پچیس سو سالہ جشن منایا۔ ایرانی' شاہ رضا کو تو بھگانے میں کامیاب ہو گئے، لیکن اس سوچ کو پوری طرح دفن نہ کر سکے۔ آج مرگ بر امریکہ اور مرگ بر اسرائیل کہنے والا ایران' امریکہ سے دوستی کی بھیک مانگ رہا ہے اور یہودیوں کے بارے میں اپنا تھوکا ہوا چاٹ رہا ہے۔ پاکستانیوں نے بھی اُمت مسلمہ کے خلاف غداری پر پرویز کے گریبان میں ہاتھ نہ ڈالا اور ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانے کے باوجود اسے محض قومی مجرم اور آئین شکنی کا مجرم قرار دیا تو ہم خون کے دریا میں کیوں نہیں نہائیں گے۔ اس خونی سیلاب کے آگے بند باندھنے کے لیے خود کو ہر سطح پر اسلام کے ساتھ نتھی کرنے کی ضرورت ہے۔ البتہ یہ زمینی حقیقت ہے جسے قبول کرنا ہماری مجبوری ہے کہ اس وقت امت مسلمہ ستاون اسلامی ممالک میں منقسم ہے۔ لہٰذا ہر اسلامی ملک کے باسی کو پہلے اپنے ہاں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا ایک فطری طریقہ ہوگا۔ پاکستان کا استحکام' سلامتی اور بقا اگر سیکولرزم کے ذریعے ممکن ہوتی تو پرویز مشرف اور زرداری سے بڑھ کر کون سیکولر ہوگا۔ اب تو حالات و وقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کی دنیا اور آخرت دونوں نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر سے سنور سکتی ہے۔ ہم اللہ رب العزت پر بھروسا کرتے ہوئے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان ممالک جو اغیار کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اگر نظام خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو جہاں وہ دنیا کی سپریم قوت بن کر اللہ کی حاکمیتِ مطلقہ کو خود بھی تسلیم کریں گے وہ باقی دنیا سے بھی کروائیں گے۔ ان شاء اللہ! آیئے علامہ اقبال کے اس شعر پر غور کریں اور اجتماعی طور پر اپنا قبلہ درست کرنے کی کوشش کریں،

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

بیا بہ مجلس اسرار

دعوت الی القرآن کا مدّعا

اب جان لیجیے کہ دعوت الی القرآن کا مطلب کیا ہے۔ لوگوں سے یہ کہنا کہ قرآن پڑھو اور پھر انہیں قرآن پڑھانا' لوگوں کو دعوت دینا کہ قرآن سمجھو اور پھر انہیں سمجھانا دعوت الی القرآن ہے۔ دعوت الی القرآن کا مقصد یہ بھی ہے کہ اپنی انفرادی زندگی میں بھی قرآن پر عمل کرو اور اجتماعی زندگی میں بھی اسے ایک نظام کی حیثیت سے قائم کرو۔ یہ بھی دعوت الی القرآن ہے کہ اس قرآن کو پہنچاؤ دنیا کے ایک ایک انسان تک۔ اس لیے کہ حضورﷺ کو پوری نوع انسانی کے لیے بھیجا گیا تھا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (سبا:۲۸) اور خطبہ حجۃ الوداع میں آپؐ نے کہہ دیا تھا کہ دیکھو میں نے تمہیں پہنچا دیا: ((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) (متفق علیہ) ''اب جو موجود ہیں وہ ان کو پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں''۔ چنانچہ صحابہ کرام ؓ اس عظیم مشن کو لے کر پوری دنیا میں پھیل گئے۔ ہم مدینے کی گلیوں کی بات کرتے ہیں' مدینے میں دفن ہونے کی آرزو کرتے ہیں' لیکن وہ مدینہ منورہ کو چھوڑ کر نکلے۔ ان میں سے کوئی فارس میں دفن ہے تو کوئی عراق میں۔ کوئی شام میں ہے تو کوئی مصر میں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ حضورﷺ کے میزبان حضرت ابوایوب انصاری ؓ قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے دفن ہیں۔ اس لیے کہ اُن حضرات کے پیش نظر دین کو پھیلانا تھا۔

منبر و محراب

انقلابی جماعت کے لیے پارٹی ڈسپلن ضروری ہے

روزِ قیامت رشتے ناتے کام نہ آئیں گے

سورۃ الممتحنہ کی آیات 2 تا 6 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا 14 مارچ 2014ء کا خطاب جمعہ!

مرتب: ابواکرام

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

پچھلے جمعہ ہم نے سورۃ الممتحنہ کے مطالعہ کا آغاز کیا تھا۔ البتہ اس کی پہلی آیت ہی کا ترجمہ اور کچھ تشریح ہو سکی تھی، کیونکہ کچھ اصولی مباحث زیر گفتگو آئے تھے، جن کی وضاحت میں خطبہ جمعہ کا پورا وقت گزر گیا۔ اصولی طور پر ریاست وحکومت بہت اہم معاملات ہیں، مگر آج عام طور پر مسلمان انہیں دین کا حصہ نہیں سمجھتے۔ ہم نے دین کو ذاتی اخلاقی معاملات اور کچھ روحانیت تک محدود کر رکھا ہے، حالانکہ قرآن مجید پوری زندگی کو دین کے تابع دیکھنا چاہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت تب ہوئی جب نوع انسانی ریاست کے لیول تک پہنچ چکی تھی، بڑی بڑی مملکتیں وجود میں آ چکی تھیں۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے علاوہ چینی تہذیب بھی ایک بہت بڑی قوت کے طور پر موجود تھی۔ بہرکیف اجتماعی، ریاستی معاملات نفاذ قانون دین کا وہ حصہ ہے جسے دین سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اصولی طور پر کہ دین کا مطلب ہی نظام ہے۔ لفظ ''دین'' کے اندر بنیادی طور پر سسٹم آف سوشل جسٹس، ریاستی نظام، قانونی نظام، عدالتی نظام، سیاسی نظام، معاشی نظام کا مفہوم مضمر ہے۔ اس اعتبار سے دین گویا آج کل کے اعلیٰ سطح کے موضوعات پر محیط ہے۔ قرآن حکیم اور رسول اکرم ﷺ کی پوری زندگی ان تمام موضوعات کا احاطہ کرتی اور زندگی کے ہر گوشے میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ قرآن وسنت میں عقائد بھی ہیں، عبادت کے طریقے بھی ہیں جنہیں آج کی دنیا دین و مذہب کہتی ہے اور، پھر اِن میں ایک نظام عدل اجتماعی کا نقشہ بھی ہے۔ قرآن حکم دیتا ہے کہ دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ یہ زمین کل اللہ کی ہے اور اس نے اہل زمین کے لئے اپنا جو قانونِ شریعت بھیجا ہے، وہ جب تک پوری زمین پر نافذ نہیں ہو جاتا، مسلمانوں کی جنگ جاری رہنی چاہیے۔ یہ اللہ سے وفاداری اور غیرت ایمانی کا تقاضا ہے۔ چنانچہ اِس چیز کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

دین اور اس کے نفاذ کے معاملے کو اس انداز سے بھی دیکھا جائے کہ دین اصل میں رحمت ہے۔ جب کل دین قائم ہو جائے تو وہ لوگوں کے لئے سب سے بڑی رحمت ہوگی۔ باطل نظام اس رحمت کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ وہ انسانوں کو حیوانیت کے درجہ تک پہنچا دینا چاہتا ہے۔ اللہ کے نظام کے سوا دنیا میں جو بھی نظام ہوگا وہ استحصالی ہوگا۔ اس میں کسی نہ کسی پہلو سے ضرور استحصال ہو گا۔ آج کا سرمایہ دارانہ جمہوری نظام جسے نیو ورلڈ آرڈ بھی کہتے ہیں، بدترین استحصالی نظام ہے۔ اسی لئے تو اس کے خاتمہ کے لئے ''وال سٹریٹ پر قبضہ کرو'' تحریک چلی، اور یورپ میں کتنے ہی ملکوں کے عوام اس کی تائید وحمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی سرمایہ دارانہ نظام کے ردعمل میں اشتراکی نظام نے جنم لیا تھا، یہ اور بات ہے کہ وہ فطرت سے متصادم تھا، اس لئے ناکام ہوگیا۔ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کے متعلق اقبال نے کہا تھا۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر!

بظاہر تو یہی کہا جاتا ہے کہ یہ روشن نظام ہے اور اس سے بہتر دنیا میں کوئی نظام نہیں، مگر یہ جھوٹا پروپیگنڈا ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ بدترین استحصالی نظام ہے۔ اس نظام میں ایک تو لوگوں کو دنیا میں عدل وانصاف نہیں مل رہا ہے۔ ایک ہی سرمایہ دار طبقہ سارے وسائل پر قابض ہے۔ اور عوام کی عظیم اکثریت وسائل حیات سے محروم ہے۔ انسان کو حیوان بنایا جا رہا ہے۔ اس نظام کا ایک بنیادی تصور یہ ہے کہ ہفتہ میں پانچ دن لوگوں سے خوب کام لو، اور پھر دو دن انہیں حیوانوں کی طرح عیش کرنے دو۔ چنانچہ معاشروں میں ایسی چیزیں عام کر دی گئی ہیں جن کا کبھی انسانیت تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔ اس وقت پوری دنیا میں فحاشی اور عریانی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے، یہ اسی لئے ہے، تا کہ صیہونی مافیا لوگوں کو حیوان بنا کر ان کو کنٹرول کر سکے۔ یہ سارا یہود کا بنایا ہوا سسٹم ہے۔ انہوں نے حیا کا لبادہ اتارنے کے لئے بڑی لمبی پلاننگ کی ہے۔ اس کا آغاز انہوں نے عورت سے کیا۔ اس لیے کہ اُس کے اندر حیا کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہودیوں نے عورت کو بے لباس کرنے کی شیطانی تدبیر کی، اُسے باور کرایا کہ اُس کی بے لباسی ہی اُس کا لباس ہے۔ یہ خیال عام کیا گیا کہ مرد اور عورت دونوں کو آزادانہ جنسی اختلاط کا حق ہے، جسے کسی بھی قاعدے قانون کا پابند نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ ساری سرمایہ دارانہ نظام کی قباحتیں ہیں۔ یہ انسانیت کے ساتھ سنگین مذاق اور بدترین دشمنی ہے۔ دوسرا اس نظام کے سہارے شیطان اپنی پلاننگ کو آگے بڑھا رہا ہے۔ اُس کی کامیابی یہ ہے کہ اس نظام کی وجہ سے لوگ اللہ کی طرف، اللہ کے دین کی طرف، روحانیت اور اخلاق کی طرف متوجہ ہی

نہیں ہونے پاتے اور جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔ چنانچہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنا، اور اُس کی جگہ نظام حق قائم کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس کام میں ایک اسلامی انقلابی جماعت کے کارکنوں کو سخت ترین اقدامات بھی کرنے پڑیں گے۔ اس مشن میں انہیں اپنے قریبی رشتہ داروں جو حزب الشیطان کے صف میں کھڑے ہوں کے ساتھ بھی کسی رو رعایت سے اجتناب کرنا ہوگا۔ اس سورت کی پہلی آیت میں ہم نے یہی بات پڑھی ہے۔ اس آیت کے شان نزول میں فتح مکہ سے متصلاً قبل کا ایک واقعہ ہے جو حضرت حاطبؓ کے متعلق ہے، تاہم عمومی طور پر اس میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو سخت تنبیہ کی گئی اور یہ راہنمائی کر دی گئی کہ یہ معاملات کتنے حساس ہوتے ہیں۔ ان کو چھوٹا نہ سمجھا جائے۔ اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد کے دوران ایک چھوٹی سی خطا بھی بڑے نقصان کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔ جہاں معاملے کو خفیہ رکھنا ہے، وہاں اُسے خفیہ بہر صورت رکھنا ہے۔ حزب اللہ کے لئے یہ ڈسپلن ہونا ضروری ہے۔

مسلمان جو اللہ کے دین کو قائم کرنے نکلیں اُن کے لئے پارٹی ڈسپلن کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کے بغیر انقلاب نہیں آیا کرتا۔ انقلاب منتشر ہجوم نہیں بلکہ ایک منظم جماعت برپا کرسکتی ہے، جس کے ارکان بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار ہوں۔ اپنے نفس کی قربانی، اپنی انا کی قربانی، اپنی رائے کی قربانی کے لئے ہمہ وقت آمادہ ہوں۔ ہمارا دین مکمل دین ہے۔ اس کے مختلف گوشے ہیں۔ مکی دور دعوت کا دور تھا۔ مدنی دور اقامت کا دور ہے۔ دعوت کے دور میں ہمیں بدھ مت کے بھکشو بن جانا ہے۔ کوئی گالیاں دے تو جواب میں دعائیں دینی ہیں۔ کوئی تھپڑ مارے تو اس کے جواب میں پھول پیش کرنا ہے۔ یہ دل جیتنے کا وقت ہے۔ ابھی حزب اللہ کی تشکیل پا رہی ہے۔ اور جب حزب اللہ کی تشکیل ہو جائے تو انسانیت کی خیر خواہی کے لئے اب نظام کو طاقت سے بدلنا ہو گا۔ تبدیلیٔ نظام کے راستے میں جہاد و قتال کے مراحل آئیں گے۔ اس مرحلے پر کسی قسم کی نرمی اور رو رعایت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ یہ نرمی سارے معاملے کو تلپٹ کر کے رکھ دے گی۔ اس مرحلے میں مخالفین کا سختی سے سر کچلا جائے گا۔ ہاں جب اسلامی ریاست قائم ہو جائے، تو پھر اس میں غیر مسلموں چاہے وہ یہودی و عیسائی ہوں، پارسی ہوں یا کوئی اور، سب کی جان، مال، عزت و آبرو محترم ہوگی اور اس کی حفاظت ریاست کے ذمے اتنی ہی اہم ہے جتنی ایک مسلمان شہری کی۔ یہاں تک کہ ان کی عبادت گاہوں کی بھی حفاظت اسلامی ریاست کرے گی۔

اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہونے سے لوگوں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گا کہ دین تو رحمت ہی رحمت ہے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھ کر اسے قبول کریں گے۔ عہد نبویؐ میں یہی ہوا تھا۔ جب دین غالب ہوگیا تو لوگ گروہ در گروہ دین میں داخل ہوتے گئے۔ اُن پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ محمد رسول اللہ ﷺ واقعی رحمۃ للعالمین ہیں۔ صحابہ کرامؓ کو یہ بات سمجھ میں آگئی تھی، کہ اللہ کی رحمت آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کے مظہر دین اسلام کو اختیار کرنے سے آتی ہے۔ افسوس کہ آج ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آ رہی ہے، لہٰذا شکوہ کناں ہیں کہ ؎

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

حقیقت میں امت مسلمہ کی زبوں حالی اور رحمت الٰہی سے محرومی کا سبب خود مسلمان ہیں۔ دین کو اختیار نہ کر کے ہم نے خود اپنے آپ کو رحمت سے محروم کر رکھا ہے۔ ہم زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں وہ نظام نہیں چاہیے جو دنیا میں اللہ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر تھا اور جو ہمیں نبیؐ کے ذریعے عطا ہوا۔ ہم نے اس نظام رحمت کو مسترد کیا ہوا ہے۔ یہی نہیں ہم پاکستانیوں نے ایک اور کارنامہ بھی سرانجام دیا۔ وہ یہ کہ ہمارے برابر کے سرزمین اسلامی میں نظام قائم ہوا تھا۔ ہم نے اُسے سپورٹ کرنے کی بجائے اُس کے خاتمہ میں عالمی دجالی قوتوں کا ساتھ دیا اور اسلامی حکومت کو ختم کرنے کے سنگین جرم میں شریک ہوئے۔ آج ہم اِسی کی سزا بھگت رہے ہیں، مگر ہمیں احساس ہی نہیں ہے کہ ہم دینی اعتبار سے کھڑے کہاں ہیں۔

سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت کی مزید توضیح کے بعد اب آیئے اگلی آیات کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

﴿اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝۲﴾

پریس ریلیز 4 اپریل 2014ء — حافظ عاکف سعید

اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں شرعی قوانین کا استہزا کرنے والی اسمبلی کو عوامی نمائندگی کا کوئی حق نہیں

گورڈن براؤن کا پاکستان میں کم سن بچیوں کی شادیوں کے حوالے سے ممنوعہ زون کے قیام کا بیان قابل مذمت ہے

ہمیں سبق پڑھانے والے براؤن اپنے ملک کا جائزہ لیں جہاں کمسن بچیاں بن بیاہے ناجائز بچے جنم دے رہی ہیں

ہماری وحدت اور استحکام کی بنیاد اسلام ہے
ہم اسلام سے تعلق توڑیں گے تو لامحالہ زمینی و نسلی عصبیتیں سر اُٹھائیں گی

لاہور (پ ر) اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اُس اسمبلی کو عوامی نمائندگی کا کوئی حق نہیں جو شرعی قوانین کا استہزا کرے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ زنا کیسز میں چار گواہان کی شرط اللہ تعالیٰ نے عائد کی ہے اور کم سنی میں بچیوں کے نکاح کا ایک طریقہ کار سے اجازت دی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ سندھ اسمبلی میں اکثریت نے خلاف شریعت تقاریر کر کے اپنا حق نمائندگی کھو دیا ہے۔ اُنہوں نے برطانیہ کے سابق وزیراعظم گورڈن براون جو اب اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی ہیں کے اس بیان کی شدید مذمت کی کہ وہ پاکستان میں ایسے علاقے مخصوص کریں گے جہاں کم سن بچیوں کی شادیاں نہیں ہوسکیں گی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں یہ سبق پڑھانے والے اپنے ملک کا جائزہ لیں جہاں کم سن بن بیاہی بچیاں جنسی تعلق قائم کر کے ناجائز بچے جنم دے رہی ہیں۔ اُنہوں نے گورڈن براون کو مشورہ دیا کہ وہ گریباں میں منہ ڈالیں اور یورپی ممالک کا اس حوالہ سے جائزہ لیں۔ اُنہوں نے کہا کہ جب ہم دین سے اپنا تعلق توڑیں گے تو لامحالہ زمینی اور نسلی عصبیتیں سر اٹھائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ اسمبلی میں راجہ داہر کو ہیرو اور محمد بن قاسم کو غاصب کہنے والے جی ایم سید کو ہیرو قرار دیا گیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ صوبائی اور نسلی عصبیتیں پاکستان کے لئے زہر قاتل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دین و مذہب سے دوری ہمیں لازماً اس طرف دھکیل دے گی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

"اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور ایذا کے لئے تم پر ہاتھ (بھی) چلائیں اور زبانیں (بھی) اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔"

یعنی تم تو اُن کفار مکہ سے مودت کا تعلق رکھنے کے خواہشمند ہو، لیکن اُن کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے یہاں پر راہنمائی فرمادی کہ دیکھو تمہیں ان کی رشتہ داری کا بڑا خیال ہے، لیکن اگر ان کا تم پر بس چل گیا، کہیں تم ان کے قابو میں آ گئے تو وہ تو تم پر پوری سختی کریں گے اور کوئی رورعایت نہیں کریں گے۔ تمہیں اذیت پہنچانے کے لئے ہر حربہ استعمال کریں۔ اُن کی پوری کوشش ہو گی کہ تمہیں مرتد کر کے چھوڑیں اور یہ دولت ایمان جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہے اس سے تمہیں محروم کر دیں۔ آگے فرمایا:

﴿ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ ﴾

"قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناتے کام آئیں گے اور نہ اولاد۔ اس روز وہی تم میں فیصلہ کرے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔"

یہاں "ارحام" قرابات یعنی رشتے ناتے کے مفہوم میں ہے۔ مسلمانوں کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ جو لوگ دینی تقاضوں کے مقابلے میں اپنے رشتے ناتے کو زیادہ اہمیت دیں گے، وہ یاد رکھیں کہ یہ چیزیں قیامت میں کام آنے والی نہیں ہیں۔ اُس دن اللہ تعالیٰ تمام رشتہ داروں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ قرآن مجید میں یہ بات کئی جگہ پر آئی ہے کہ تمہاری اولاد اور رشتہ دار جن کی خاطر تم حلال وحرام میں بھی تمیز نہیں کرتے اور بے اصولیاں کرتے ہو، قیامت کے دن ان کے حوالے سے تمہارے احساسات دنیا سے مختلف ہوں گے۔ دنیا میں تو انسان کو دوستیاں بہت محبوب ہوتی ہیں، مگر آخرت میں دوست بھی ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہوں گے۔ سورۃ الزخرف میں فرمایا:

﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (آیت:67) "(جو آپس میں) دوست ہیں اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)۔" متقین کے سوا سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور الزام تراشی کریں گے کہ تم نے ہمیں مروایا، تم نے غلط راستے پر ڈالا۔ اسی طرح رشتہ دار اور اولاد بھی انسان کے کسی کام نہ آئیں گے۔ سورۃ المعارج میں فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ⑩ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ⑪ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ⑫ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ⑬ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ⑭ ﴾

"اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں نہ ہو گا، (حالانکہ) ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے (اس روز) گنہگار خواہش کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں (سب کچھ) دے دے (یعنی) اپنے بیٹے، اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی، اور اپنا خاندان جس مین وہ رہتا تھا، اور جتنے آدمی زمین میں ہیں (غرض) سب (کچھ) دے دے اور اپنے تئیں عذاب سے چھڑا لے۔" سورۃ عبس میں فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ㉞ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ㉟ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ㊱ ﴾ "اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔" جب قریبی رشتے بھی آخرت میں کسی کام آنے کے نہیں، تو پھر یہ حد درجہ ناسمجھی کی بات ہے کہ آدمی اُن کی محبت میں اپنی عاقبت برباد کر ڈالے۔

اگلی آیت ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ ﴾

"تحقیق تمہارے لیے ابراہیمؑ اور ان کے رفقاء (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔"

رشتے ناتے کے معاملے میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے تمہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے سامنے تمہارے جد امجد حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھیوں کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ دیکھو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دین کے معاملے میں کسی رشتے ناتے کی پروا نہیں کی۔ انہوں نے کھلے عام توحید کا اعلان کیا۔ باپ نے گھر سے نکال دیا، مگر انہوں نے اس کی پروا نہیں کی، بلکہ توحید پر کھڑے رہے۔ اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ تمہارے مسلک و مذہب کا ہم نے انکار کیا۔ اب تم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اس اعلان براءت کے بعد ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے، اُس وقت تک کے لئے جب تک کہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ ہاں اگر تم توحید کو مانو، شرک کو چھوڑ دو تو ہماری تم سے دوستی برقرار رہے گی بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہو گی۔ ہمارے تم سے تعلق اور دشمنی کی بنیاد توحید کے ساتھ تمہارا طرزِ عمل ہے۔

﴿ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④ ﴾

"ہاں ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے یہ (ضرور) کہا کہ میں آپ کے لئے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے پروردگار تجھی پر بھروسا ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور میں (ہمیں) لوٹ کر آنا ہے۔"

عام طور پر مفسرین کا خیال ہے کہ "اِلَّا" یہاں اسوۂ حسنہ سے استثناء ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اُن کے باپ نے گھر سے نکال دیا تو انہوں نے اس وقت کہا تھا کہ میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے استغفار کروں گا اگرچہ معاف کرنے کا اختیار اُسی اللہ کے پاس ہے، چاہے تو معاف کرے چاہے معاف نہ کرے، میرا کوئی بس نہیں ہے۔ البتہ میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔ لیکن اس کی بھی پھر وضاحت قرآن میں آ گئی کہ انہیں مشرک باپ کے لئے دُعا سے روک دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ جانے کے بعد وہ اس سے بھی رُک گئے۔

آگے فرمایا:

﴿ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤ ﴾

"اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کے ہاتھ سے عذاب نہ دلانا اور اے پروردگار ہمارے، ہمیں معاف فرما، بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔"

یعنی الٰہی! ہم تیری خاطر ہر سختی جھیلنے کے لئے تیار ہیں، لیکن خدایا کفار کے ہاتھوں ہم پر اتنی سختی نہ آنے دینا کہ ہماری برداشت سے باہر ہو جائے۔ پروردگار تو ہی ہے جو ہمیں اس سے بچا سکتا اور ثابت قدم رکھ سکتا ہے۔ یہ بڑی عظیم دعا ہے ان لوگوں کے لئے جو بالفعل کفار کے ساتھ برسرپیکار ہوں۔ یعنی الٰہی! ہمیں فتنہ میں نہ ڈال، ہمیں سختی سے بچا اور دین پر استقامت عطا فرما۔ الٰہی راہِ حق کو شعوری طور پر اختیار کرنے کے باوجود ہم سے کوئی غلطی اور کوتاہی ہو سکتی ہے، لیکن تو ہمیں معاف فرما دے۔ بے شک تو زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑥ ﴾

"اور جو روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پروا اور سزاوار حمد (وثنا) ہے۔"

یعنی پھر تم جو کچھ کرو گے اس کا انجام تمہیں ہی بھگتنا ہو گا، تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ساری مخلوقات بھی اللہ کی مخالفت کریں، اللہ کا انکار کر دیں، تب بھی اس کی کائنات میں کوئی فرق واقع نہیں ہو گا۔ وہ الغنی اور الحمید ہے۔ جو کوئی یہ حرکت کرے گا، اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اپنا ہی مستقبل برباد کرے گا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ حق پر استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مشرف دور میں تصوف پر خوب کانفرنسیں ہوتی رہیں۔ حال ہی میں پھر سے ان کا چرچا ہوا تو اس دور کی ایک کانفرنس کا واقعہ یاد آ گیا۔ شرکت کے لیے یورپ سے ایک گوری، واجبی سا اسلام اور تصوف کا سطحی شوق (ترکی والے درویش ڈانس تک محدود) لیے چلی آئی۔ دوران سفر ایک دینی اجتماع کے لیے آنے والے مرد و زن کے ساتھ شوقیہ وہ بھی نتھی ہو گئی۔ نومسلمہ سمجھ کر اس کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ تاہم اسلام سے شناسائی بقدر اشک بلبل ہی تھی۔ 'تصوف' کے لیے گٹار بھی سامان میں باندھ رکھا تھا! ایک موقع پر تو یہ بھی ہوا کہ اس نے تبدیلی لباس کے لیے خواتین بھرے کمرے کو بالکل باپردہ پایا! سادہ، دیندار خواتین تو مارے گھبراہٹ کے آنکھیں بند، دیوار کی طرف منہ کیے چیخیں چھوڑنے لگیں۔ جا کر سیز فائر کروایا۔ اور گوری 'صوفیہ' کو ایک طویل نشست میں ادب آداب، تہذیب اور اسلام کی حقیقت سے الف سے متعارف کروایا۔ حیرت میں گڑی، مسحور وہ اصل اسلام سے متعارف ہو رہی تھی۔ (بے چاری رینڈ کارپوریشن اسلام لیے سیاحت فرما رہی تھی۔) حقیقی تصوف جو تزکیۂ نفس اور قرب الٰہی ہے، شریعت سے ہٹ کر نہیں ہے۔ اسوۂ رسول ﷺ (اوّل تا آخر مکہ تا مدینہ) اور قرآن ہی پر مبنی ہو گا مگر موصوفہ جس کانفرنس کے لیے عازم سفر تھیں اس میں یہ سب عنقا تھا۔ یہ تو امریکہ کے ناک میں جہاد نے دم کر رکھا تھا۔ لہٰذا دم پخت ہو کر ابلیس سے رجوع کیا تو اس نے اقبالی بیان یہ دیا کہ

مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

کل انگریز نے جہاد سے پیچھا چھڑانے کو قادیانیت کاشت کی تھی۔ آج ٹھیکہ رینڈ کارپوریشن کو دیا گیا تو اسلام کے وہ نرم ملائم بے دانت کے برانڈ نکل آئے جو مسلمان کو سرکس کا شیر بنا دیں۔ لہٰذا یہ نسخہ کامیاب رہا۔ سرکس میں اس کے شیر، شیرنیاں موجود ہیں۔ آسکر ایوارڈ سے لے کر فیشن پریڈ اور بل بورڈ تک باقی کرکٹ کے چھکوں اور مخلوط بھنگڑوں میں۔ اقبالؒ نے تو یہ بھی کہہ دیا تھا۔ ع نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیریؓ۔ لہٰذا پہلے شبیرؓ پیدا کرنے کی فیکٹریاں بند کرنی بھی ضروری تھیں۔ اس کے لیے حضرت فاطمہؓ (سیدہ بتولؓ) کے اسوہ کو جاتے سارے دروازے بند کیے۔ فلائنگ سے فلائنگ کوچ تک ہر محاذ پر 'مومنات' لا بٹھائی گئیں تاکہ امریکی تصوف پھل پھول سکے، جسے اسلام سے دور کی بھی نسبت نہ ہو! حالانکہ تزکیۂ نفس اور قرب الٰہی کی ساری منزلیں میدان جہاد و رباط میں فوراً ہی طے ہو جاتی ہیں جو یوں شب بیداریوں میں کبھی نہ ہو سکیں۔ تیرا کی بستر پر لیٹ کر تو سیکھی نہیں جا سکتی۔ پانی میں پھینکے جانے کی دیر ہے کہ ہاتھ پیر چلنا سیکھ جاتے ہیں! ہجرت و جہاد میں رہبانیت و سیاحت کے سارے ذوق پورے ہو جاتے ہیں۔۔۔ مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ۔۔۔ پھر یہ تو امریکہ کے لیے زہر قاتل ہے۔۔۔ یہی تو عین دہشت گردی ہے جس سے بچانے کو۔۔۔ خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات۔

انہی مسکرات (نشہ آور) میں سے ایک قادری، گولن تصوف بھی ہے (ترکی میں اردگان کے خلاف سازشوں کے علی الرغم جسے منہ کی کھانی پڑی)۔ اگرچہ تصوف کا ایک سلسلۂ ملامتیہ بھی ہے۔ (ریا کے حملے سے بچنے اور باطنی کیفیات چھپانے، باطن کی اصلاح کے لیے ملامت سمیٹ کر اجر کمانے کا جو متمنی ہو)۔ اس دور کے جہادی تو عین اسی سلسلے سے متعلق ہیں! ساری دنیا کی تھوتھو، انگریزی، فرنچ، جرمن، اردو، عربی، پنجابی ہر زبان میں لوگ ان پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ مگر یہ اپنی ہی دھن میں رہتے ہیں۔۔۔ طائفہ منصورہ بنے (وہ ایک گروہ جو قیامت تک جہاد کرے گا اللہ کی مدد اسے حاصل رہے گی) سورۃ المائدہ آیت 54 کی روشنی میں جاری وساری ہیں۔ ان کی صفت یہ بیان کی گئیں کہ ''کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے''۔ نیز رزم حق و باطل کا فولاد، حلقۂ یاراں کے لیے بریشم، مجاہد فی سبیل اللہ اور اللہ کی محبوبیت پانے والے، چاہنے والے ہوں گے۔ لیکن یہ نئے سلسلۂ ملامتیہ کا فولاد ہی تو نا کوں چنے چبوا رہا ہے۔

یہ والا تصوف بھی امریکہ کے وارے میں نہیں! سب سے کارآمد سیسی طریق واردات ہے۔ ڈالر خرچ بالا نشین۔ پہلے خود مرسی کے خلاف مظاہروں میں ڈالر جھونکے۔ بابائے جمہوریت امریکہ نے مرسی اور اخوان جمہوریت بلڈوز کرائی۔ 16 ہزار اخوانی گرفتار ہوئے۔ تشدد، مظالم کا بازار گرم ہوا۔ جیلیں تھوڑی پڑ گئیں (ہمارے ہاں بھی اب ہائی سیکورٹی جیلیں تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا ہے)۔ تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں۔ بے رحمی سے مظاہرے کچلے گئے۔ جمہوریت کے ذبیحے کے بعد امریکہ منظر سے ہٹ گیا اور سعودی عرب، خلیجی ممالک سے ڈالروں کی کھیپ دلوا کر 'جمہوری آمریت' گھڑی گئی۔ اب 'قانون' حرکت میں آیا۔ وہی قانون جو بنگلہ دیش میں عبدالقادر ملا کو پھانسی دیتا اور اب جماعت اسلامی کو کالعدم کرنے کی تیاری میں ہے۔ اور پاکستان میں وہ تحفظ پاکستان آرڈیننس کے تحت کارفرما ہے۔ مصر میں ذرا زیادہ برق رفتار نکلا۔ اجتماعی قتل (Mass Murders) کی طرح قانون کی اجتماعی قبروں (MassGraves) میں 529 افراد کو بذریعہ سزائے موت اتارنے کا سامان کیا۔ نہ ملزمان موجود، نہ عینی شاہدین، نہ وکیل دفاع کی بات سنی گئی۔ مسلم دنیا میں جمہوریت کی رسوا کن لاش خونچکاں پڑی ہے!

یہ ہے وہ فتنۂ دجال جس سے تمام انبیاء نے پناہ مانگی۔ ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا۔ اور وہ آج اس امت کو درپیش ہے۔ برما، جمہوریہ وسطی افریقہ، شام میں درندگی سے روندی بے امان لاشیں، بے در، بے گھر عورتیں بوڑھے بچے۔ بہرے، گونگے، بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں کی مانند کروڑوں مسلمان۔ کفر کے لشکروں کا حصہ بنی ڈالر بٹورتی مسلم ممالک کی حکومتیں۔ خراسان (دریائے آمو تا دریائے اٹک) اور شام میں احادیث کی خوشخبریوں پر لپکتے دیوانے نوجوان۔ یہی وہ فتنہ ہے کہ

فتنۂ فردا کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج
کانپتے ہیں کوہسار و مرغزار و جوئے بار

غزہ، کشمیر، یمن، صومالیہ، دنیا کے نقشے پر کون سا مسلم خطہ ہے جہاں ماڈرن تاتاریت، سائنس ٹیکنالوجی سے لیس، قانون کی دھجیاں بکھیرتی، میڈیا پر جھوٹ کے طوفان اٹھاتی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر نہیں کر رہی۔ ان ماڈرن لیپے پوتے چہروں میں پوری تاریخ کے سیاہ کارنامے،

سیاہ نام سمٹ آئے ہیں۔ نمرود، اصحاب الاخدود، فرعون، ہامان، قارون، بوجہل، بولہب، کعب بن اشرف، ابورافع، عبداللہ بن ابی، ہلاکو، چنگیز، ہٹلر، اسٹالن، گوئبلز، میکیاولی۔۔۔ فہرست بہت طویل ہے اور سب کردار نئے ناموں سے 21ویں صدی کے لبادے اوڑھے کارفرما ہیں۔

پاکستان میں مصر ہی کی طرح یوسفؑ ہائے دوراں نذر زنداں ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کے پیچھے صف در صف کھڑے باپوں کی طویل قطار آنکھیں سفید کیے ہوئے ہے۔ تاسیف ملک کیس صرف ایک نمونہ ہے۔ عدلیہ 2 سال پتہ پوچھتی رہی۔ مسلسل جھوٹ بولا گیا۔ تاآنکہ ظاہر کرنا پڑا۔ عدلیہ کے سخت ریمارکس ریکارڈ پر ہیں۔ مسلم ممالک میں سے یہ عدلیہ امریکہ اور مقتدر قوتوں کی آنکھوں میں کھٹکتی ہے جو اندھے ظلم کے راستے میں حتی الوسع دیوار بنی کھڑی ہے۔ ملاقات پر حراستی مرکز میں تاسیف کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ایسی ان گنت کہانیاں موجود ہیں جو ہٹلر کے کیمپوں کا نمونہ ہیں۔ یہ ہے شرعی آئین اور حقوق انسانی کی پاسداری! اس پر بھی دفاعی کمیٹی کے آگے ایجنسی والے پھٹ پڑے کہ انہیں بدنام کیا جا رہا ہے۔ اس کا آسان حل ہے کہ اب تو بلال صوفی برانڈ تصوف کا PPO موجود ہے۔ سارے حراستی مراکز کھول دیں۔ فہرستیں اور افراد قانون اور عدالتوں کے حوالے کریں۔ جا کر خود اصل کام کریں۔ ریمنڈ ڈیوسوں اور را، بلیک واٹریوں کو دھریں۔ کیوں بدنامی مول لیں؟

اُدھر سالہا سال بعد 23 مارچ زندہ ہوا۔ ایم ایم عالم۔۔۔ حقیقی ہیرو۔۔۔ کفر پر جھپٹنے والا شاہین یاد آیا۔ آخر عمر تک کاک پٹ میں بیٹھ کر کفر سے دو، دو ہاتھ کرنے، اس کی سونڈ پر داغ لگانے کا متمنی عالم!۔۔۔ مگر۔۔۔ عالم دوبارہ نیست! دوقومی نظریہ بحال کرنے کی ضرورت امریکہ نے دو ٹیکے پے در پے لگا کر یاد دلا دی! شر میں سے خیر برآمد ہوئی! فریب خوردہ شاہین جو مشرفی کرگسوں کے دور میں پل بڑھ کر تیار ہوئے، کاش کہ اپنی اصل پہچان لیں! مگر۔۔۔

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے
تری پرواز لولاکی نہیں ہے
یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری
تری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے!

(کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والی بے باکی مطلوب ہے۔ حسینائیں دیکھنے والی نہیں۔)

☆☆☆

بہادر اور غیور پہاڑی قبائلی پاکستانی

محمد رشید عمر

تقسیم ہند کے وقت خیبر پختونخوا (سابق مغربی سرحدی صوبہ) میں انتظامی امور کی ذمہ داری آل انڈیا کانگریس کے پاس تھی، جس کے تحت ڈاکٹر خاں صاحب ایڈمنسٹریٹر مقرر تھے۔ %90 سے زیادہ مسلمانوں پر مشتمل آبادی مسلم لیگ کے حق میں تھی۔ جبکہ NWFP کی حکومتی پارٹی انڈین کانگریس کی حمایت کر رہی تھی۔ چنانچہ قیام پاکستان سے چار ہفتے قبل 16، 17 جولائی 1947ء کو ریفرنڈم کروایا گیا کہ آیا خیبر کے عوام انڈیا کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں یا پاکستان کے ساتھ۔ صوبے کے کل 5,72,798 ووٹرز میں سے 2,92,118 افراد نے ریفرنڈم میں حصہ لیا۔ انڈین کانگریس صرف 2,874 ووٹ حاصل کر سکی۔ گویا تمام NWFP نے پاکستان کا حصہ بننے کا فیصلہ دے دیا۔ اسی طرح کا معاملہ بلوچستان میں ہوا۔ قبائلی علاقہ جات کے پٹھانوں کے متعلق قدیم ترین گواہی ہیروڈوٹس (484 ق م) کی ہے۔ وہ لکھتا ہے: ”ان لوگوں کی بودوباش بلخ کے لوگوں جیسی ہے۔ وہ ہندوستان کی تمام قوموں سے زیادہ جنگ جو ہیں۔ پشاور کے اردگرد کے لوگ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہیں......ان لوگوں کی جفاکشی کسی شک وشبہ سے بالاتر ہے اور جنگ کی صورت میں بدترین دشمن ہیں“۔

برطانوی ہندوستان میں NWFP کے گورنر اولف کیروئی وزیرستان کے محسود لوگوں کو خونخوار بھیڑیے اور وزیر قبائل کے لوگوں کو تندوتیز چیتے سے تشبیہ دیتا ہے۔ ان علاقوں کے قبائل کے خون میں چند غیر معمولی اوصاف رچے بسے ہیں، جن میں سے تین نمایاں ہیں۔

1)۔ پناہ کے طالب کو تحفظ دینا (نانا وتے)

2)۔ انتقام لینا (بدل) 3)۔ مہمان نوازی (میل مستیا)

یہ ان لوگوں کے پاکستان میں شامل ہونے اور ان کے کردار کے چند شواہد ہیں جو ذکر کیے گئے ہیں۔ پاکستان کے میدانی علاقوں کے لوگوں کی پہاڑی علاقوں میں آباد ان غیور، بہادر اور جفاکش لوگوں کے ساتھ تعلق کی تاریخ ماضی بعید پر پھیلی ہوئی ہے۔ آج یہ سب پاکستان ہے۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ ہم ان لوگوں کو آج تک پاکستان کے قومی دھارے میں جذب نہیں کر سکے۔ آج بھی یہ علاقہ جات FATA کہلاتے ہیں، جن میں 1901ء کا FCR (فرنٹیئر کرائم ریگولیشنز) کا قانون لاگو ہے۔ یہ لوگ شہری زندگی کی سہولتوں سے محروم ہیں اور ہم نے انہیں حالات کے رحم وکرم پر چھوڑا ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ملک دشمن قوتیں ان علاقوں میں کامیابی کے ساتھ اپنی کارروائیاں کر کے پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کر رہی ہیں۔ اس صورت حال کو یکسر بدلا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ نہ صرف خود پاکستان کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کر سکتے ہیں بلکہ پاکستان کی معیشت اور سیاسی حیثیت کے استحکام کا بوجھ بھی اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے لئے ان علاقوں کی جغرافیائی حیثیت پر غور کیجئے۔

باجوڑ، مہمند، خیبر، اورکزئی، کرم اور وزیرستان کے علاقہ جات افغانستان کے کنڑ، ننگرہار، خوست، پکتیکا صوبہ جات کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ جن سے گزر کر افغانستان کی دوسری طرف بالٹک ریاستوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جو مشرقی یورپ تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ وہ ریاستیں ہیں جنہیں بندرگاہوں کی سہولت میسر نہیں ہے۔ ان کی باہمی تجارت خشکی کے راستے یا ہوائی جہازوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ پاکستان کے قبائلی علاقہ جات کو تجارتی آمدورفت کے لئے وہی حیثیت حاصل ہے جو قریش مکہ کو ایشیا اور یورپ کی تجارت میں ”رحلة الشتاء والصیف“ کی سہولت حاصل تھی۔ اگر ان علاقوں میں بڑے بڑے ٹریڈ پارک بنا دیئے جائیں، اور قبائلی لوگوں کے ہاتھوں میں ہی ان کا انتظام وانصرام دے دیا جائے۔ گوادر کی بندرگاہ کو، (جیسے کہ منصوبہ زیر غور ہے) فعال بنا کر ان علاقوں کو بذریعہ روڈ اس سے ملا دیا جائے، تو پورے مشرق بعید (چین کے علاقے، کوریا، جاپان، انڈونیشیا اور آسٹریلیا) کی تجارتی سرگرمیوں کو ان علاقوں سے جوڑا جا سکتا ہے۔ اگر تجارتی سرگرمیاں شروع ہو جائیں تو ہندوستان تعاون کی اپیل کے لئے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا کہ ہمیں بھی تجارتی راہداری کی سہولت دی جائے۔

اگر منیٰ اور عرفات میں ریل چل سکتی ہے تو ان علاقوں میں کیوں ٹریک کے (باقی صفحہ 17 پر)

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور نفاذِ اسلام

محبوب الحق عاجز
mehboobtnoli@gmail.com

سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ ممتاز قانون دان اور اسلامک لائرز موومنٹ کے صوبائی صدر غلام قادر جتوئی نے اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے ملک کے 700 قوانین کو خلاف اسلام قرار دیئے جانے پر حکومت اور پارلیمنٹ کی خاموشی کے خلاف فیڈرل شریعت کورٹ میں پٹیشن دائر کردی ہے۔ غلام قادر جتوئی ایڈووکیٹ نے کہا کہ ہمارے منتخب وفاقی وصوبائی ایوانوں میں اسلامی نظریاتی کونسل کی کسی ایک رپورٹ پر بھی آج تک غور نہیں کیا گیا۔ گزشتہ 40 سال میں کونسل 6 ہزار سے زائد قوانین کا جائزہ لینے کے بعد سینکڑوں ایسے قوانین کی نشاندہی کرچکی ہے جو قرآن وسنت کے منافی ہیں۔ کونسل نے ان میں ضروری ترامیم کے لیے تجاویز بھی دی ہیں، لیکن کسی ایک رپورٹ، فیصلے یا تجویز کو سینٹ سمیت قومی وصوبائی اسمبلیوں نے کھول کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ خلاف اسلام قرار دیے جانے کا فیصلہ موجود ہے، مگر حکومت اور پارلیمنٹ کی خاموشی معنی خیز ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے حوالے سے ہماری پارلیمنٹ اور مقتدر طبقات کی سنگین غفلت اور بے حسی پر شرعی عدالت میں پٹیشن وقت کی آواز ہے۔ اسلامک لائرز موومنٹ کے صوبائی صدر نے یہ اپیل دائر کر کے پوری قوم کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کی اور عدالت کی توجہ ایک اہم آئینی انحراف کی طرف مبذول کروائی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے ایک محدود منہ زور اقلیت کے سوا پوری قوم تسلیم کرتی ہے کہ پاکستان کا قیام اسلامی نظام کے قیام اور دینی اقدار کے تحفظ کے لئے عمل میں آیا تھا۔ تحریک پاکستان کے دوران درۂ خیبر تا راس کماری ہندوستان کی فضاؤں میں جونعرہ بکثرت گونجتا تھا وہ ”پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ“ تھا۔ یہ دینی جذبہ اور اسلامی قومیت کا تصور ہی تھا جس نے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کیا اور اسی جذبہ نے پاکستان بنایا۔ مصور پاکستان علامہ اقبال اور بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے بیسیوں بیانات نظریۂ پاکستان کے اسلامی ہونے پر شاہد ہیں۔ اس ضمن میں تفصیل سے قطع نظر صرف چند بیانات ہی کافی ہیں۔

1930ء میں علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ ڈھاکا میں صدارتی خطاب کیا۔ اس خطاب میں انہوں نے جہاں برصغیر کے شمال مغربی علاقوں پر مشتمل ایک آزاد مسلمان ریاست کے قیام کی پیشین گوئی کی، اور اسے ”تقدیر مبرم“ قرار دیا، وہیں یہ بھی فرمایا کہ ”اگر ایسا ہوگیا تو ہمیں یہ موقع مل جائے گا کہ اسلام کے رُخ روشن پر جو پردے عرب ملوکیت کے دوران پڑ گئے تھے، انہیں ہٹا کر اسلام کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے لاسکیں“۔ علامہ نے مسلمانوں کے معاشی مسئلہ بھی اسلامی نظام بتایا۔ 28 مئی 1937ء کو محمد علی جناح کے نام اپنے خط میں ہندوستان کے مسلمانوں کے معاشی مسئلہ کے تفصیلی تجزیہ کے بعد انہوں نے لکھا ”اسلامی فقہ کے طویل اور عمیق مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اسلامی نظام کو صحیح انداز سے سمجھا جائے اور پھر اُس کا اطلاق کردیا جائے تو ہر شخص کو جینے کا حق مل سکتا ہے۔ تاہم اس ملک میں اسلامی شریعت کا نفاذ ناممکن ہے اور ہمیں اس کے لیے ایک علیحدہ مسلم ریاست یا ریاستوں کا قیام عمل میں لانا ہوگا۔ صرف اسی صورت میں ہم مسلمانوں کے معاشی مسائل حل کرسکتے ہیں۔“

بانئ پاکستان نے قیام پاکستان کے دوماہ بعد 11 اکتوبر 1947ء کو کراچی میں مسلح افواج کے افسروں سے خطاب کرتے ہوئے واضح لفظوں میں کہا ”ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں، جو ہماری تہذیب وتمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقع ملے۔“ قائداعظم کی 11 اگست 1947 کی تقریر جس کی بنیاد پر آج بعض لوگ پاکستان کو سیکولر ریاست قرار دینے کا جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں، اُس پر اُس وقت بھی کچھ لوگ شرانگیزی کرنے لگے کہ پاکستان اسلامی مملکت نہ ہوگا۔ چنانچہ 25 جنوری 1948ء کو بانئ پاکستان نے اُن کے بے بنیاد پروپیگنڈے کے جواب میں دوٹوک انداز میں فرمایا کہ ”اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں، جس طرح تیرہ سوسال پہلے تھے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدون نہیں کیا جائے گا۔“

یہ پاکستان کا اسلامی نظریہ ہی تھا، جس کی وجہ سے قیام پاکستان کے ساتھ ہی اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششوں کا آغاز ہوگیا۔ اس ضمن میں بانئ پاکستان نے علامہ محمد اسد کی سربراہی میں ایک باقاعدہ ادارہ بھی ”ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن“ قائم کیا، تاکہ وہ دستور اور قوانین کی اسلامی تشکیل کے لیے رہنمائی کرسکے۔ بعدازاں مارچ 1949ء میں پاکستان کی قانون ساز اسمبلی نے قرار داد مقاصد منظور کر کے پاکستان کی منزل مقصود کا واضح طور پر تعین کردیا۔ یہ قرارداد قائداعظم کے اس یقین کی عکاس تھی، جس کا اظہار انہوں نے 27 فروری 1948ء میں امریکی لوگوں سے اپنے ریڈیو خطاب میں کیا تھا کہ ”پاکستان 14 اگست 1947ء کو عظیم اسلامی ریاست کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا۔ یہ دنیا کی پانچویں بڑی اسلامی مملکت ہے۔ پاکستان کا آئین، آئین ساز اسمبلی نے بنانا ہے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ یہ آئین جمہوری اور اسلام کے مسلمہ قوانین کے مطابق ہو گا۔“ قرارداد مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا اقرار اور جمہور کو حاصل اختیار کو شرعی دائرے میں محدود کر کے ہماری قانون ساز اسمبلی نے پاکستان میں بے خدا سیکولر مغربی جمہوریت کے تصور کو رد کردیا، اور دنیا پر واضح کردیا کہ مسلمانان پاکستان کا نہ صرف انفرادی زندگی میں بلکہ ریاستی واجتماعی سطح پر بھی قبلہ کوئی دنیوی قوت نہیں، مکہ ہو گا۔ وہ سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی معاملات میں رہنمائی کے لیے مغربی افکار کی طرف نہیں، بلکہ قرآن وسنت اور پیغمبر اسلام کی حیات مبارکہ کی طرف دیکھیں گے۔

پاکستان کا موجودہ آئین بنا تو اس میں قرارداد مقاصد کو بھی آئین کے مقدمہ کے طور پر شامل کیا گیا۔ بعدازاں جنرل ضیاالحق نے اسے آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا۔ آئین میں قرآن وسنت کی بالادستی کا برملا اقرار و اعلان کیا گیا۔ 73ء کے آئین کی قوم کی تمام مکاتب فکر کے نمائندوں نے تقریباً متفقہ منظوری دی۔ بعدازاں مختلف ادوار میں اگرچہ اس میں ترامیم کی جاتی رہیں، جن کی حمایت اور مخالفت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مگر پچھلے دور حکومت میں پیپلز پارٹی نے اٹھارویں ترمیم کے ذریعے اپنے تئیں آئین میں آمروں کی شامل کردہ قابل اعتراض ترامیم نکال کر اُسے اصل روح کے ساتھ بحال کردیا۔ موجودہ آئین کے حوالے سے ملک کی دینی و سیاسی جماعتیں اس امر کا برملا اظہار کرتی آئی ہیں کہ یہ اسلامی ہے۔ ثبوت کے طور پر ایک تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس آئین پر

مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی محمود اور مولانا مودودی جیسے اکابر علماء کرام نے دستخط کیے تھے (یہ اور بات ہے کہ علماء کرام نے یہ دستخط اس یقین دہانی پر کیے تھے کہ دس سال تک رائج تمام قوانین کو شریعت کے مطابق بنا دیا جائے گا)۔ دوسرے اس کے لیے آئین کی اسلامی دفعات کو پیش کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر دستور کی دفعہ 227 الف قرآن وسنت کی بالادستی کا اعلان کرتی ہے، جس کے مطابق تمام موجودہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق اور قرآن وسنت کی روشنی میں بنایا جائے گا اور ایسا کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو۔ پھر دستور میں محولہ بالا قرارداد مقاصد ہے۔ اِس میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ ”اظہر من الشمس اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم کل ہے۔ اور پاکستان کی قوت جمہور کو جو اقتدار و اختیار مقررہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق حاصل ہے، وہ ایک مقدس امانت ہے۔ اور مسلمانوں کو انفرادی، ذاتی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی اسلامی تعلیمات اور تشریحات، ضروریات کے حسب منشا جس طرح قرآن پاک اور سنت محمدیؐ میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں، جس میں اقلیتوں کو اپنی مذہبی رسومات اور عقائد پر عمل کرنے اور اپنی مذہبی اور معاشرتی وثقافتی اقدار کو ترقی دینے کے لیے موزوں اور مناسب تدبیری گنجائش رکھی جائے گی۔“ آئین کے آرٹیکل 2 (الف) کے تحت قرار داد مقاصد تمہید کے علاوہ دستور کا مستقل حصہ ہے، اور کہا گیا ہے کہ ”قرارداد مقاصد میں مندرج بیان کردہ اصول واحکام کو دستور ہذا کے ذریعے دستور کا مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے، جو بعینہٖ من وعن مؤثر ہوں گے۔“ اسی آرٹیکل کی وضاحت میں اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے: ”شریعت کورٹ اور اسلامی نظریاتی کونسل کو اس حوالے سے خصوصی ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ تمام قوانین کا جائزہ لے کر اسلام کی تعلیمات سے مطابقت نہ رکھنے والے قوانین کی تنسیخ کے لئے پارلیمنٹ کو سفارش کرے۔ لہٰذا عوام اپنے اختیارات کو اسلامی تعلیمات کی حدود میں رہتے ہوئے ایک مقدس امانت کے طور پر استعمال کریں۔“

سوال یہ ہے کہ ہمارے آئین میں اسلامی دفعات محض دل کو بہلانے کے لیے شامل کی گئی تھیں؟ کیا اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام اسی لیے عمل میں لایا گیا تھا کہ وہ غور وفکر اور تحقیق کے بعد سفارشات پیش کرتی رہے اور بس، اُس کی سفارشات کو عوامی نمائندے ایک آنکھ اٹھا دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہ کریں۔ ظاہر ہے ایسی دھوکا دہی مقصود نہ تھی۔ کونسل کے قیام سے غرض یہ تھی کہ وہ صحیح اسلامی نظام زندگی کے نفاذ کے لیے ٹھوس سفارشات مرتب کر کے دے، جن کی روشنی میں غیر اسلامی قوانین کا خاتمہ ہو اور رائج تمام قوانین کو اسلامی بنایا جا سکے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم نے اس مقصد سے کھلم کھلا انحراف کیا ہے، اور اپنے طرزِعمل سے یہ ثابت کر دیا کہ ہم عملی طور پر اسلامی نظام کی طرف پیش قدمی کے لیے بالکل تیار نہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے تو اپنے قیام کے ساتھ ہی اپنا کام سنجیدہ انداز سے شروع کر دیا تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً غیر اسلامی قوانین کی نشاندہی کر کے ان کے متبادل اسلامی قوانین کے لیے رپورٹیں پیش کرتی رہی ہے، مگر ان رپورٹوں کو مغربیت زدہ ٹولے نے اسمبلی میں غور وخوض کے لیے پیش تک نہ کیا کہ اُن کے مطابق قانون سازی کی نوبت آتی۔ رائج قوانین کو آئین میں وضع کردہ طریقہ کار کے مطابق اسلامی تعلیمات کے مطابق بنانے کی سفارش پر کبھی عمل نہیں کیا گیا۔

ایک سینئر صحافی کی رپورٹ کے مطابق آزادی سے قبل سے لے کر 2002 تک سی آئی آئی نے تقریباً 6000 قوانین کا جائزہ لیا، جس کے بعد یہ طے ہوا کہ کم از کم 700 قوانین ایسے ہیں جنہیں قرآن وسنت کی روشنی میں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ مزید یہ کہ خصوصی طور پر ان متذکرہ قوانین کے علاوہ سی آئی آئی نے کچھ عمومی سفارشات بھی کی تھیں جن میں ملک کے معاشی نظام میں تبدیلی شامل ہے اور اس نظام میں بڑی تعداد میں ایسے قوانین موجود ہیں جنہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق تبدیل کرنا ہے۔ وقتاً فوقتاً اپنی رپورٹس میں، سی آئی آئی نے سیکڑوں قوانین میں ترامیم کی سفارشات پیش کیں لیکن پارلیمنٹ یا پھر صوبائی اسمبلیوں نے ان پر غور تک نہیں کیا۔ نتیجتاً آئینِ اسلامی پر عملدرآمد کا مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔ سی آئی آئی کی پہلی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ 1974ء سے پہلے یعنی 14 اگست 1973ء تک کے کم از کم 429 وفاقی اور صوبائی قوانین قرآن وسنت سے متصادم تھے۔ یہ رپورٹ سینیٹ، قومی اسمبلی اور تمام صوبائی اسمبلیوں میں پیش کی گئی تھی لیکن کسی نے اس پر غور نہیں کیا۔ اگست 1973ء سے قبل کے قرآن وسنت سے متصادم ان قوانین میں سے 162 وفاقی تھے، جبکہ 77 قوانین بلوچستان، 60 خیبر پختونخوا، 89 پنجاب جبکہ 41 سندھ کے قوانین تھے۔ 14 اگست 1973ء سے 4 جولائی 1977ء کے درمیان کے جن قوانین کا جائزہ سی آئی آئی نے لیا ان میں 94 قرآن وسنت کے منافی تھے۔ لہٰذا ان میں ترامیم کی سفارشات پیش کی گئیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ان میں سے 50 قوانین وفاقی اور 44 صوبائی سطح کے تھے۔ سی آئی آئی کی ایک اور رپورٹ کے مطابق 12 اکتوبر 1999ء سے لے کر 31 دسمبر 2002ء تک کے جن قوانین کا جائزہ لیا گیا ان میں سے 25 وفاقی اور 4 صوبائی سطح کے تھے جو قرآن وسنت کے مطابق نہیں تھے۔ انہیں بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق بنانے کی سفارش کی گئی، تاہم سی آئی آئی کی اس رپورٹ کو بھی نظرانداز کر دیا گیا۔ مختلف برسوں کے دوران سی آئی آئی کی جانب سے تیار کی جانے والی رپورٹس میں وفاقی اور صوبائی قوانین میں درجنوں خلاف ورزیاں پائی گئیں، کونسل نے ان میں تبدیلیوں کی سفارش بھی کی لیکن ان سفارشات پر غور ہی نہیں کیا گیا۔ سی آئی آئی ذرائع کے مطابق ایسے کئی قوانین کو وفاقی شریعت کورٹ میں چیلنج کیا گیا اور انہیں غیر اسلامی قرار دیا گیا جس سے انہیں قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق بنایا گیا۔ رپورٹ میں آگے چل کر مزید کہا گیا ہے کہ جن قوانین کو اسلامی بنانے کی سفارشات پیش کی گئیں ان میں دیگر کے علاوہ مندرجہ ذیل بھی شامل ہیں: قومی احتساب بیورو آرڈیننس 1999ء، نیشنل ڈیٹابیس اینڈ رجسٹریشن آرڈیننس 2000ء، ملازمت سے برطرف کرنے کا آرڈیننس 2000ء، کم عمر قیدیوں کے لئے انصاف (جووینائل جسٹس) کا نظام آرڈیننس 2000ء، نیشنل کمیشن فار اسٹیٹس آف ویمن آرڈیننس 2000ء، مائیکرو فنانس بینک آرڈیننس 2000ء، دی پاکستان انشورنس کارپوریشن آرڈیننس 2000ء، اسٹیٹ بینک آف پاکستان آرڈیننس 2001ء، انسداد دہشت گردی آرڈیننس 2001ء، سود ربا کے متعلق قوانین، پاکستان آرمی ایکٹ 1952ء، پاکستان ایئر فورس ایکٹ 1953ء، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن ایکٹ 1952ء، پی آئی اے کارپوریشن ایکٹ 1956ء، مردم شماری ایکٹ 1959ء، سول ایوی ایشن ایکٹ 1960ء، سنگین غداری ایکٹ (پنشمنٹ ایکٹ 1973ء) سرکاری ملازمین ایکٹ 1959ء، پری وینشن آف اینٹی نیشنل ایکٹوٹیز ایکٹ 1974ء، دی بینکس ایکٹ 1974ء، پاسپورٹ ایکٹ 1974ء، ایف آئی اے ایکٹ 1974ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ایکٹ 1974ء، ایویکیو ٹرسٹ پراپرٹی ایکٹ 1975ء، دہشت گردی کی سرگرمیوں کو کچلنے کا ایکٹ 1975ء، سینیٹ (الیکشن) ایکٹ 1975ء، وزیراعظم کی تنخواہ، الاؤنسز اور مراعات کا ایکٹ 1975ء، ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹ ایکٹ 1976ء، فوجداری قانون کا ترمیمی ایکٹ (اسپیشل کورٹ) 1976ء وغیرہ۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆

ارب ڈالر کا زہر!

اوریا مقبول جان

بچوں کی نفسیات اور نشوونما کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ بچے کے ذہن کی دیواریں ایک خالی کینوس کی طرح ہوتی ہیں جس پر قصوں، کہانیوں، دیومالاؤں، عظیم انسانوں کے کرداروں اور اخلاقیات سے مزین سچی نصیحت آموز داستانوں کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے، ایک ماحول کا فسوں طاری ہوتا ہے، ایک خوابوں کی دنیا وجود رکھتی ہے۔ خوابوں کی اس دنیا میں اچھے اور اعلیٰ کرداروں والے ہیرو ہوتے ہیں اور برے کرداروں والے ولن بھی۔ ایک سرزمین ہوتی ہے جس پر پھول کھلتے ہیں، موسم بدلتے ہیں، فصلیں اپنی بہار دکھاتی ہیں اور گویا اس میں جیتے جاگتے انسان بستے ہیں۔ بچپن میں جیسا ماحول اور جیسی خوابوں کی دنیا بچے کے ذہن کے کینوس پر منقش کر دی جاتی ہے وہی دنیا پوری زندگی اس کے لیے ایک حوالہ بن جاتی ہے۔ جس طرح کے ہیرو اس کے ذہن کے پردے پر نقش ہوتے ہیں، وہ ساری زندگی ان کے سحر سے باہر نہیں نکل پاتا۔ جس طرح کی اخلاقیات وہ سیکھتا ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ خود کسی بھی طرح کے کردار میں ڈھل جائے، اس کی اخلاقیات کا معیار وہی رہتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہوتا ہے جب بچہ اپنے وطن، اپنے علاقے اور اپنے موسموں سے محبت سیکھتا ہے۔ اسے آخری عمر میں بھی اسی ماحول کی ہواؤں کی سرسراہٹ اور مٹی کی خوشبو یاد آتی ہے۔ اس خوابوں کی دنیا اور ذہن کی سکرین پر بننے والی متحرک فلم کی ایک زبان بھی ہوتی ہے، یہ وہی زبان ہوتی ہے جسے وہ عام دنیا میں بازار جاتے، گھر میں رہتے، محبت، سیاست یا جنگ پر گفتگو کرتے ہوئے استعمال کرتا ہے۔ متحرک تصویریں اگر ایک علاقے کی ہوں اور زبان وہ دوسرے خطے کی بولیں تو ایک ایسی بے ربط سی دنیا وہاں آباد ہو جاتی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لیکن اگر زبان، ماحول، کردار اور اخلاقیات سب کی سب ایک ہوں اور وہ اس بچے کے اپنے اردگرد کے ماحول سے اجنبی ہوں تو اس کا پہلا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کی اپنے ماحول اور لوگوں سے بیگانگی پیدا ہو جاتی ہے۔

خوابوں کی دنیا کے ماحول سے محبت اور چاہت ایسا خطرناک زہر ہے جو گزشتہ تین سال سے میری قوم کے بچوں کو آہستہ آہستہ پلایا جا رہا ہے۔ انہیں O لیول اور A لیول میں ایسی کہانیاں، قصے اور داستانیں ایسی زبان میں پڑھائی جا رہی ہیں جو ان کے اردگرد کی زبان ہے، نہ میڈیا کی اور نہ کسی شعبۂ زندگی ہی کی۔ یہ سب اس لیے یاد آ رہا ہے کہ ڈیڑھ ارب ڈالر کی سعودی امداد پر ماتم کرنے والے، گورڈن براؤن کی ایک ارب ڈالر کی تعلیمی امداد پر خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں۔

یہ امداد کیوں دی جا رہی ہے؟ ایسی کیا خیر خواہی ہے کہ دنیا کا ہر ترقی یافتہ ملک پاکستان کو تعلیمی شعبے میں مدد دینے کے لیے تیار ہے؟ یو ایس ایڈ (US-AID) سے لے کر ڈی ایف آئی ڈی (DFID) تک سب اداروں کے ماہرین ہمیں علم سکھانے آ رہے ہیں۔ ان کے تعلیمی ماہرین ہمارے نصاب کی نوک پلک سنوار رہے ہیں اور O اور A لیول کے امتحانات کو منعقد کروا کے ایک راستہ کھول چکے ہیں کہ ان امتحانات کے بعد آئندہ تعلیم کے لیے جب کوئی ان کی امداد یا اپنی دولت سے آکسفورڈ، کیمبرج یا ہارورڈ جائے تو اس کے دماغ کی دیواروں پر وہی ماحول ایک متحرک فلم کی طرح چل رہا ہو اور جیسے ہی لندن، بوسٹن، ہائیڈل برگ یا برکلے پہنچے تو اسے یوں لگے جیسے وہ ان خوابوں کی سرزمین پر آ گیا ہے، جو اس نے بچپن میں دیکھے تھے۔

یہاں میں صرف O لیول اور A لیول کے کورس کی چند کتابوں کا ذکر کروں گا، ان کتابوں کا نہیں جو ان سکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں میں ہزاروں کی تعداد میں پہنچا دی گئی ہیں اور جن میں تحریک قصے، کہانیوں، کردار یا اخلاقیات کا ہماری سرزمین اور علاقے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نصاب کی چند کتابیں اور ان کی جزئیات دیکھیں اور حیرت میں گم ہو جائیں کہ آپ کون سا زہر اپنی اولاد کی رگوں میں اتار رہے ہیں۔

A Christmas Carol: پوری کتاب کرسمس کے تہوار اور عقائد کے گرد گھومتی ہے۔ وہی ماحول اور ویسی ہی رنگا رنگی دکھائی گئی ہے جیسی مغرب میں ہوتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ بچے اپنے آپ کو اس مذہب اور تہذیب سے علیحدہ محسوس نہ کریں بلکہ اسے خواب کی صورت اپنے ذہن پر نقش کر لیں۔

The Golden Touch: یہ لیول II میں پڑھائی جانے والی یونانی دیومالاؤں کے خداؤں کی داستانیں ہیں۔ جس بچے کو اللہ کی وحدانیت اور رسول ﷺ کی سیرت پڑھنی چاہیے، اسے وینس اور کیوپڈ کے معاشقے پڑھائے جاتے ہیں۔

King Soleman's Mines: یہ کہانی جنسی تعلقات اور جنسی ناہمواری کے انیسویں صدی کے تصورات پر لکھی گئی ہے۔ یہ مرد اور عورت کے چھپے ہوئے جسمانی خزانوں کی تلاش کی کہانی ہے۔ اس میں مرد اور عورت کی جسمانی ہیئت کو انتہائی بے ہودہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب IV لیول میں پڑھائی جاتی ہے۔

The Emperor's New Clothes and other Stories: اس کتاب میں موجودہ کہانی "The Kiss" اگر والدین پڑھ لیں تو حیرت اور شرم سے پانی پانی ہو جائیں۔

Treasure Island: یہ لیول I میں پڑھائی جانے والی کتاب ہے۔ بحری قزاقوں کا ماحول دکھایا گیا ہے جس میں قزاق اپنے قانون رکھتے ہیں اور شراب کے نشے میں دھت رہتے ہیں۔

The Adventures of Sherlock Holmes: عشق و محبت اور رسیلے جنسی جذبات سے بھری جاسوسی کہانیاں۔ جو لوگ نسیم حجازی کے ناولوں میں محبت پر اعتراض کرتے ہیں اس جاسوس کی جنسی زندگی کس مزے سے پڑھا رہے ہوتے ہیں۔

Around the world in eighty days: یہ لیول III کی کتاب ہے۔ اس کا ہیرو ایک شرط لگا کر دنیا کی سیر کو نکلتا ہے، جگہ جگہ شراب کے نشے میں دھت رہتا ہے اور ہر جگہ نئی محبت میں گرفتار۔

Just 50 Stones: لیول اے میں پڑھائی جانے والی گوری نسل کے تعصب کے لیے یہ مشہور مصنف رڈیارڈ کپلنگ کی تحریر ہے۔ کتاب میں خدا (معاذ اللہ) کو ایک عظیم جادوگر دکھایا گیا ہے جس نے پہلے زمین بنائی پھر سمندر۔

Tales of King Arther: یہ بادشاہ کی ملکہ Gunievere کی ایک اجنبی سے خفیہ عشق کی داستان ہے۔

یہ چند کتابیں تھیں جو ہمارے انگلش میڈیم سکولوں میں پڑھائی جارہی ہیں۔ ان کی طویل فہرست میں چند اور یہ ہیں۔

The brave little Tailor, The canterville ghost, Heroes and heroines, The golden ghost and stories, The gift and other stories, A mid summer night's dream, Great expectations.

ان تمام کہانیوں میں جو ماحول، کردار، اخلاقیات اور طرز زندگی ہے، وہ سب کا سب مغرب کا ہے، جوان بچوں کے ذہنوں پر متحرک فلم کی طرح نقش کیا جارہا ہے۔ اسی لیے جب وہ بڑے ہوتے ہیں تو انہیں نہ سرسوں کے کھیت اچھے لگتے ہیں اور نہ ہی اوپلوں والی دیواریں، انہیں دھوتی کرتا پہننے والا شخص جاہل نظر آتا ہے اور داڑھی والا شخص دہشت گرد۔ انہیں اپنے ملک کے گلی محلوں سے بو آتی ہے۔ انہیں یہاں کا ہر شخص بددیانت، چور، بداخلاق، بیہودہ اور تہذیب سے عاری لگتا ہے۔ ان کی اخلاقیات میں کوئی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شامل نہیں جو ڈاکوؤں کے خوف سے بھی سچ کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا بلکہ وہ تو سنڈریلا پڑھتے ہیں جو ماں سے جھوٹ بول کر گھر سے نکلتی ہے۔

یہ ہے اس ایک ارب ڈالر کی کہانی جو مغرب سے ہمیں امداد کی صورت مل رہا ہے۔ یہ ہے اس ملک پر مغرب کی مہربانیوں کی داستان۔ یہ ہے اس زہر کا قصہ جو ہماری رگوں میں اتارا جاتا ہے۔ لیکن بُرا ہو ہمارے مسلکی اختلاف کا کہ ہمیں ایران اور سعودی عرب کے پیسوں اور مدد پر شور مچانا آتا ہے، ہمارے مذہبی رہنما روز ٹیلی ویژن پر غصے سے تھوک اگل رہے ہوتے ہیں، لیکن انہیں اس سرمائے اور غیر ملکی امداد کے خلاف بات کرنے کی فرصت نہیں جس سے ایک ایسی قوم تیار ہو رہی ہے جسے ایک دن اذان کی آواز، مسجد کے مینار اور قرآن کی تلاوت بھی اجنبی لگے گی۔

★ ★ ★

پاکستان کے خلاف امریکی سازشیں

ترتیب: فرقان دانش

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال: پاکستان کے اخبارات وجرائد میں امریکی پالیسیوں کو اکثر ہدف تنقید بنایا جاتا ہے، لیکن جب کسی امریکی اخبار یا رسالے میں پاکستان مخالف بات شائع ہو جائے تو ہم اسے امریکا کی حکومتی پالیسی تصور کرتے ہیں۔ کیا اس حوالے سے ہماری سوچ درست ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آج کے دور میں میڈیا ریاست کا چوتھا ستون شمار ہوتا ہے۔ میڈیا کی اپنی اخلاقیات ہوتی ہیں، تاہم اُسے ملک وملت کے مفادات اور اپنے اساسی نظریے کا بہر حال خیال رکھنا چاہیے۔ بدقسمتی سے پچھلے دس سالوں میں ہمارے ہاں میڈیا میں جو انقلاب آیا ہے اس سے لگتا ہے کہ ہمارا میڈیا مادر پدر آزاد ہو گیا ہے۔ بہر حال ہر ملک میں کچھ اخبار یا چینل ایسے ہوتے ہیں جو حکومتی پالیسی کے حوالے سے Feelars چھوڑتے رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں آج کل پی ٹی وی ایک سٹیٹ ٹیلی ویژن شمار ہوتا ہے۔ اخبارات میں کوئی ایسا اخبار نہیں جسے حکومت کا ترجمان کہا جا سکے۔ ہمارے ہاں ایوب خان کے زمانے میں پاکستان ٹائمز کو یہ پوزیشن حاصل تھی اور بعد میں ضیاء الحق کے زمانے میں بھی اسے یہی پوزیشن حاصل رہی، پھر وہ بند ہو گیا۔ زیڈ۔ اے سلہری صاحب اس کے ایڈیٹر ہوتے تھے۔ ان کا اداریہ حکومتی پالیسی کا عکاس سمجھا جاتا تھا۔ آج کل بھی ہمارے ہاں کچھ ایسے صحافی ہیں جن کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو حکومتی پالیسی کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ امریکا میں میڈیا آزاد تصور کیا جاتا ہے۔ دیگر جمہوری ممالک کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہاں صحافت آزاد ہے، لیکن آزادی صحافت کا جو تصور ہمارے ہاں ہے وہ کسی اور ملک میں نہیں۔ امریکا میں بہت سے اخبارات اور ٹی وی چینلز ہیں، جن میں دو اخبارات واشنگٹن پوسٹ اور نیو یارک ٹائمز بطور خاص حکومتی پالیسی کی نمائندگی کرنے والے سمجھے جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ امریکی حکومت بھی ان میں چھپنے والے مضامین کے ذریعے اندازہ کرتی ہے کہ اگر اس پالیسی کو آگے بڑھایا جائے تو دنیا میں کیا ردعمل ہوگا۔ چنانچہ ان میں چھپنے والے کالم یا مضمون کو باہر کی دنیا کے لوگ بڑے غور سے پڑھتے ہیں۔ جبکہ یہ امریکی عوام کا رویہ نہیں ہوتا۔ یہ اخبارات وہاں عام پبلک میں اتنے نہیں پڑھے جاتے۔ ہاں دوسرے ملکوں کے سفارت خانوں، سفارتکاروں اور پالیسی ساز اداروں کے ہاں ان اخبارات کی ڈیمانڈ زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ان کے مضامین اور خبروں پر غور کرتے ہیں اور اس سے نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امریکن پالیسی کیا رُخ اختیار کر رہی ہے۔ حال ہی میں نیو یارک ٹائمز میں ایک سٹوری فائل ہوئی ہے۔ میں نے اس کو تفصیل سے پڑھا ہے۔ وہ کوئی ایک کالم یا ایک مضمون نہیں بلکہ کئی صفحات پر مشتمل سٹوری ہے۔ اس میں اسامہ بن لادن اور ISI کا ذکر ہے۔ یہ سٹوری لکھنے والی خاتون صحافی کا کہنا ہے کہ وہ کوئٹہ میں دس سال تک رہی ہے اور اس نے ان دس سالوں پر مشتمل اپنی ڈائری لکھی ہے۔ اس ڈائری میں اس کے خیالات بہت سطحی قسم کے ہیں جبکہ اس نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا وہ سب کچھ جانتی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے نائن الیون کے واقعہ کے بعد جب پوری دنیا کا میڈیا پاکستان کی طرف رُخ کر رہا تھا، تب CNN کا نمائندہ کوئٹہ کے پہاڑوں کے اُوپر سے رپورٹنگ کر رہا تھا اور ظاہر ایسے کر رہا تھا جیسے وہ افغانستان کے اندر ہے۔ خاتون صحافی کا یہ خیال ہے کہ القاعدہ کے معاملات میں پاکستان ضرور ملوث ہوگا، کیونکہ پاکستان سے ہی اسامہ بن لادن کا سراغ ملا ہے۔ اس نے اس کہانی کو اس طرح رنگ دیا ہے جیسے وہ اندر کے حالات سے واقف ہے۔

ایوب بیگ مرزا: میں ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب کی بات میں اضافہ کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور میں تقریباً ساری دنیا میں جمہوریت کا تسلط ہے اور وطن کو خدا

تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اب اس فکر کا تقاضا یہ بنتا ہے کہ اپنے وطن کے لیے جھوٹ بولو، بددیانتی اور سازشیں کرو، یہاں تک کہ دوسرے ملکوں کو تباہ و برباد کر دو۔ لہٰذا واشنگٹن پوسٹ اور نیویارک ٹائمز کا معاملہ یہ ہے کہ جب بات امریکہ کے اندرونی معاملات کی ہو تو یہ اپنی حکومت پر تنقید کرتے ہیں، لیکن جب معاملہ دوسرے ملک کے ساتھ پڑتا ہے تو امریکی مفاد وہاں یہ کہتا ہے کہ سب جائز ہے، جتنا زیادہ جھوٹ بولو گے اتنا زیادہ قابل تحسین کارنامہ ہوگا۔ لہٰذا یہ اخبارات اور دوسرے ذرائع ابلاغ امریکی حکومت کی دوسرے ممالک سے ڈیل کے وقت پرو گورنمنٹ رویہ اپناتے ہیں، جو حکومت کی ترجمانی دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہی اخبارات جب ملک کے اندرونی معاملات کو ڈسکس کرتے ہیں تو حکومت کے خلاف لکھتے ہیں۔ یہ اصل میں وطن کو خدا بنانے کا نتیجہ ہے۔ یہ اخبارات حکومت کو فیلیر بھی دیتے ہیں اور دنیا کو یہ بتاتے ہیں کہ اب ہم یہ کرنے والے ہیں۔ یہ ایک قسم کی دوسرے ممالک کو تنبیہہ ہوتی ہے۔ مثلاً نیویارک ٹائمز میں یہ جو سٹوری آئی ہے اس میں پہلی بات تو یہ تھی کہ جب سے 2 مئی 2011ء کو ایبٹ آباد والا واقعہ ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک CIA، پینٹا گون اور وائٹ ہاؤس یہ کہہ رہے تھے کہ اسامہ بن لادن وہاں موجود تھا اور وہاں ہم نے اس کو مارا ہے۔ ہماری حکومت اور عسکری قیادت کا مؤقف تھا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا۔ امریکا بھی اسے تسلیم کر رہا تھا۔ اب جبکہ انھیں معلوم ہو رہا ہے کہ حکومت پاکستان کچھ معاملات مثلاً تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کے حوالے سے امریکی لائن سے ہٹی ہوئی نظر آتی ہے تو انھیں اسامہ بن لادن حکومتی سرپرستی میں نظر آنے لگا ہے۔ یہ ان کی سیاست کا مستقل تقاضا ہوتا ہے کہ اب کیا کہنا ہے اور بعد میں کیا کہنا ہے۔ ہٹلر کا وزیر خارجہ گوئبلز کہتا تھا کہ اتنا جھوٹ بولو کہ سچ پر حاوی ہو جائے۔ لہٰذا اس موقع پر امریکی اخبارات میں اس سٹوری کا شائع ہونا دراصل حکومت پاکستان اور عسکری قیادت کو دباؤ میں لانے کے لئے ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس سٹوری کو تحریر کرنے والی خاتون کے بقول وہ 2002ء سے لے کر 2011ء تک کھوج میں رہی۔ یہ بات اگر اسے معلوم تھی تو اس نے 2011ء میں یہ کیوں نہ لکھ دی۔ سوال یہ ہے کہ یہ آج کیوں لکھ رہی ہے؟ جب کہ CIA اور پینٹا گون وغیرہ حکومت پاکستان اور فوج کو اس معاملہ میں کلیئر قرار دیتے رہے ہیں۔ اُسے اس وقت ان سے اختلاف کرنا اور یہ کہنا چاہیے تھا کہ نہیں میری اطلاعات یہ ہیں کہ حکومت پاکستان اور آئی ایس آئی کو اس بارے میں معلوم تھا۔ انہوں نے اسامہ کو پروٹیکشن دی ہوئی تھی۔ اب اچانک 2014ء میں وہ یہ سب کچھ کیوں کہہ رہی ہے۔ دراصل پاکستانی حکومت کی یہاں قیام امن کے لئے کوششیں انہیں قبول نہیں۔ وہ غیر مستحکم پاکستان چاہتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے اس خطے میں امریکی مفادات کو پروموٹ کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے نئے انداز میں پاکستان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا ہے۔

سوال: امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے یوم پاکستان پر اپنے پیغام میں کہا ہے کہ پاکستان اور امریکہ کے مفادات یکساں ہیں۔ ہم پاکستان کے ساتھ تعلقات مضبوط بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان کے دینی حلقے امریکا کو پاکستان کا دشمن سمجھتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جان کیری کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ یہ پرو پاکستانی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ امریکا سرد جنگ کے بعد سپریم پاور آف دی ورلڈ بن گیا اور دنیا میں کوئی طاقت اس کے مقابل نہ رہی۔ اس کے بعد تمام دنیا نے امریکا میں ایسی لابیاں قائم کر لیں جن کے ذریعے امریکی عہدیداروں اور بڑے بڑے وزیروں اور سینئر عہدیداروں کو اپنے حق میں کیا جا سکے۔ جان کیری کے بارے میں یہ تاثر قائم ہو گیا ہے کہ وہ پاکستان کا بڑا ہمدرد ہے اور سینٹ میں پاکستان کے حوالے سے بڑی اچھی باتیں کرتا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح بحیثیت ریاست امریکی طرزِ عمل خالصتاً منافقانہ ہے، اسی طرح جان کیری کا معاملہ ہے۔ دوستی کے پردے میں یہ دراصل پاکستان سے دشمنی کرتا ہے۔ مثلاً آج تک ہمیں امریکا سے جو بھی امداد ملی ہے (یاد رہے کہ یہ امداد سود سمیت قرض ہوتا ہے)، اس میں سب سے زیادہ سخت اور بدترین شرائط والا قرض وہی تھا جو کیری لوگر بل کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اس بل کے حوالے سے ہماری فوج اور سیاسی راہنماؤں کے درمیان ایک اختلاف پیدا ہو گیا تھا، یہاں تک کہ ISPR کو ایک بیان جاری کرنا پڑ گیا تھا، جس میں اس نے اپنی ناراضی اور اس بل کی مدد لینے کے حوالے سے مزاحمت کا اظہار کیا تھا۔ لہٰذا یہ جان کیری صاحب جو ظاہراً پرو پاکستان نظر آتے ہیں، حقیقت میں پاکستان کے بڑے دشمنوں میں سے ہیں۔ بقول غالب ؎ ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو! یہ وہ لوگ ہیں جو دوستی کے رنگ میں آپ کی پیٹھ میں چھرا گھونپتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دینی جماعتوں نے امریکا کے حوالے سے جتنا درست اور جائز موقف اپنایا ہے اور کسی حوالے سے نہیں اپنایا۔ واقعتاً اس وقت امریکا پاکستان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ آپ کے ذہن میں یقیناً آیا ہوگا کہ ہمارا ازلی اور ابدی دشمن تو بھارت ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ بھارت کا نمبر امریکا کے بعد آتا ہے۔ مجھے ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی بصیرت یاد آ رہی ہے۔ انہوں نے تقریباً 25 سال پہلے ایک سینئر صحافی سے مکالمہ کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا تھا، کہ پاکستان کا سب سے بڑا دشمن امریکا ہے۔ حالانکہ اُس وقت امریکا کی دشمنی کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ عوام کے سامنے امریکا کی دشمنی تو نائن الیون کے بعد زیادہ آئی ہے۔ اس سینئر صحافی کا خیال تھا کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن بھارت ہے، مگر بانی تنظیم نے اُس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا تھا کہ انڈیا نہیں، امریکا پاکستان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

سوال: دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم امریکا کے اتحادی ہیں، لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پاکستان میں قیام امن کے لیے امریکی جنگ سے علیحدگی ناگزیر ہے۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آپ کو ہنری کسنجر کا ایک قول یاد ہوگا۔ اُس نے کہا تھا کہ امریکا کی دوستی دشمنی سے خطرناک ہوتی ہے۔ کیمپ ڈیوڈ کا مقام امریکی صدر کی holiday resort ہے، لیکن امریکا نے جب ڈپلومیسی کا کوئی خاص کام کرنا ہوتا ہے تو امریکی صدر وہاں کسی سربراہ مملکت کو لے جاتا ہے اور وہاں پر مذاکرات ہوتے ہیں۔ اس سے سربراہ مملکت کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ امریکی صدر اسے خصوصی پروٹوکول دے رہا ہے۔ اس کی ایک خاص مثال عرب اسرائیل مذاکرات ہیں جو کلنٹن نے کروائے تھے۔ وہاں پر بیگن، سادات اور پھر حسنی مبارک کو لے گئے تھے جس سے مصر اور اسرائیل والا معاہدہ کرایا گیا تھا۔ امریکا کے اسرائیل سے دوستانہ تعلقات واضح ہیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ عرب ممالک کو بتایا جائے کہ آپ کو بھی اسرائیل کے برابر سٹیٹس دے رہے ہیں، یوں کیمپ ڈیوڈ میں یہ معاہدہ کروا دیا گیا۔ اسی طرح نائن الیون کے بعد پرویز مشرف کو کیمپ ڈیوڈ لے جایا گیا تھا، جہاں پر بتایا گیا تھا کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان امریکا کا فرنٹ لائن اتحادی بن گیا ہے۔ امریکا نے پاکستان کو فرنٹ لائن اتحادی بنانے کا صرف اعلان ہی کیا تھا، اس سے پاکستان کو کچھ حاصل نہیں ہوا، بلکہ اسی زمانے میں امریکا نے انڈیا سے سول نیوکلیئر معاہدہ کر لیا اور فائدہ بھارت کو دیا گیا۔

ایوب بیگ مرزا: انور سادات کو تو کیمپ ڈیوڈ امریکا لے گیا تھا جبکہ پرویز اپنی درخواست پر گیا تھا۔ اُس

نے خود درخواست کی تھی کہ میرے ساتھ آپ جو معاملہ کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے آپ مجھے کیمپ ڈیوڈ بلائیں۔ بہر حال دہشت گردی کی جنگ جو ہم نے اپنے آپ پر مسلط کر لی تھی، اب اس حوالے سے قدرت ہم پر مہربان ہو رہی ہے اور دنیا ایک دفعہ پھر یونی پولر سے منتقل ہو کر بائی پولر ہو رہی ہے۔ وہ اس طرح کہ پیوٹن نے روس کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کیا ہے، یہ اس کا بہت بڑا کارنامہ ہے جو باقی دنیا کے لیے ایک احسان سے کم نہیں۔ اس لیے کہ امریکا سپریم پاور کی حیثیت سے ایک مست ہاتھی بن گیا تھا اور جسے چاہتا تھا کچل رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ہم پر بڑی مہربانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اب کوئی ایسا راستہ نکلے گا کہ ہم اس جنگ سے نکل آئیں گے۔

سوال : سعودی عرب سے ڈیڑھ ارب ڈالر ملیں تو ہم اسے دوست ملک کی طرف سے تحفہ قرار دیتے ہیں۔ یہی ڈالر اگر امریکا دے تو ہمیں ان ڈالروں سے پاکستان اور اسلام کے خلاف سازش کی بو آتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا : جہاں تک ڈیڑھ ارب ڈالر کا تعلق ہے تو یہ بات کنفرم ہے کہ حکومت نے یہ رقم لی ہے۔ لیکن دی کس نے یہ ابھی کنفرم نہیں ہو رہا۔ اس کے بارے میں مختلف باتیں ہیں۔ اس پر اپوزیشن نے بھی بڑی تنقید کی ہے اور یہاں تک کہا ہے کہ یہ دنیا کا ایک انوکھا واقعہ ہوا ہے۔ جہاں تک امریکا کا تعلق ہے تو وہ ہمیں امداد کے نام پر جو کچھ دیتا ہے وہ سودی قرض ہوتا ہے۔ یہی ان کا فراڈ ہے۔ اگر یہ سعودی عرب نے دیا ہے تو سعودی عرب تو اس سے پہلے بھی ہمیں مفت تیل دے چکا ہے۔ 1998ء میں جب نواز شریف نے ایٹمی دھماکے کیے تھے، اس وقت ہمیں مفت تیل ملا تھا۔ اس کے بعد جو ملا وہ deficit payment پر ملا۔ کہا یہی جا رہا ہے کہ یہ رقم سعودی عرب نے دی ہے۔ امریکا تو اس طرح دے ہی نہیں سکتا۔ اس کی طرف سے تو رقم ہمیں کیری لوگر بل کے حوالے سے ملتی ہے یا وہ آئی ایم ایف سے دلاتا ہے، جس کی سخت شرائط ہوتی ہیں کہ بجلی کا بل اتنا بڑھا دو، سبسڈی ختم کر دو وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا یہ فرق تو ملحوظ رکھا جائے۔ یہ پیسے جس نے بھی دیئے ہیں (خواہ وہ سعودی عرب یا بحرین ہو یا کوئی اور)، اس نے اس حوالے سے ابھی تک کوئی شرائط نہیں لگائیں۔ اگرچہ اپوزیشن نے واویلا کیا ہے اور عین ممکن ہے یہ درست بھی ہو کہ بدلے میں ہمیں شام میں فوجیں بھجوانے کے لیے کہا گیا ہے یا خلیجی ممالک میں جو آج کل باہمی چپقلش ہے، اس حوالے سے سعودی عرب نے یا کسی دوسری خلیجی ریاست نے ہم سے کوئی امداد طلب کی ہو۔ عین ممکن ہے کہ یہ ایڈوانس رقم دی گئی ہو، تاکہ پاکستان سے اسلحہ وغیرہ خرید لیا جائے۔ لیکن اس وقت یہ امداد پاکستان کے لیے بڑی سود مند ثابت ہوئی ہے۔ جس کا نتیجہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ڈالر کی قیمت نیچے آئی ہے اور ہماری معیشت میں کچھ استحکام پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس کسی نے دی ہے وہ تحفہ کے طور پر دی ہے، کیونکہ فی الحال کوئی شرائط سامنے نہیں آ رہیں۔ امریکا کی امداد میں تو بڑی خوفناک سیاسی شرائط ہوتی ہیں لہٰذا اس پر تنقید درست ہوتی ہے۔ البتہ اس کے معاملے میں بھی ہمیں ہوشیار باش والا معاملہ کرنا ہوگا کہ اس پیسے کے عوض کہیں ہمارے مقتدر حلقے انھیں کوئی ایسی چیز نہ دے دیں جو قومی مفاد کے منافی ہو۔

سوال : ہمارے پاکستانی بھائی ایک طرف امریکا سے نفرت کرتے اور گو امریکا گو کے نعرے لگاتے ہیں، دوسری طرح امریکی ویزے کے حصول کے لیے میلوں لمبی قطاریں بھی نظر آتی ہیں۔ اگر امریکا اور اس کی پالیسیاں اتنی بری ہیں تو عوام میں یہ دورنگی کیوں پائی جاتی ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : اصل میں یہ مختلف چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ امریکا کی پالیسیاں کیا ہیں یعنی امریکی حکومت اپنے مفادات کو کس طرح آگے بڑھاتی ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ امریکی عوام کا رویہ کیا ہے۔ ہمارے عوام امریکی عوام کے خلاف نہیں ہیں۔ ہمیں اختلاف امریکی پالیسی سے ہے، مثلاً ان کی پروانڈیا پالیسی، پرواسرائیل پالیسی وغیرہ سے۔ اس حوالے سے پاکستانی عوام کے دلوں میں امریکا مخالف جذبات پائے جاتے ہیں۔ امریکا میں عام ملازمتوں اور کاروبار کے جو اُصول ہیں اس کی بنیاد پر کوئی بھی شخص وہاں جا کر کاروبار یا ملازمت کر سکتا ہے۔ اس بنا پر وہاں جانے میں لوگ کشش محسوس کرتے ہیں۔ ویسے اب وہاں کوئی فری پالیسی نہیں رہی کہ وہ آسانی سے ویزے دے رہے ہوں۔ چنانچہ پاکستان کے لوگ اب مشرق وسطیٰ یا مشرقی ممالک میں جانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ہاں ہمارے طلبہ امریکا جاتے ہیں۔ اگر پاکستان کے طلبہ وہاں پر جا کر تعلیم حاصل کرتے ہیں یا فنون و ٹیکنالوجی سیکھتے ہیں تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ مجموعی طور پر امریکی عوام بہت سیدھے سادے اور اپنے کام سے کام رکھنے والے ہیں۔ ہمارے بہت سے لوگ جو ویزوں کے لیے درخواست دیتے ہیں وہ وہاں اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے جاتے ہیں۔ طلبہ وہاں پر تعلیم کی غرض سے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ملازمتوں کے لیے یا کاروبار کے لیے جاتا ہے تو وہاں پر اب ایسا ماحول نہیں ہے۔ ہاں کبھی کبھی امریکا کو کچھ لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے تو امریکی حکومت ایک پالیسی اناؤنس کر دیتی ہے کہ ویزوں کے لیے اتنی درخواستیں چاہئیں، جس کو آپ کہہ رہے ہیں کہ وہاں لمبی لمبی لائنیں لگ جاتی ہیں۔ دراصل لوگوں کا خیال ہے کہ پاکستان کی نسبت وہاں جا کر کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرنا یا ملازمت کرنا آسان ہے۔ اس کے برعکس ہمارے معاشرے میں بہت سی خرابیاں جنم لی چکی ہیں۔ ایک عام آدمی یہاں پر اگر ایک چھوٹی سی دوکان بھی کھولے تو اسے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ اپنی جگہ حقائق ہیں اور ہمیں ان کو تسلیم کرنا چاہیے۔ اسلام ایک بہترین نظام ہے۔ اگر اسلامی نظام اس ملک میں قائم ہو اور بددیانتی، جھوٹ اور منافقت کو یہاں سے ختم کیا جائے تو پھر لوگوں کو باہر جانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس لیے یہ ہمارا مطلوب ہونا چاہیے کہ یہاں پر اسلام بطور دین نافذ ہو، تاکہ عدل و انصاف ہو، ہر شخص کو اس کا حق ملے اور عوام اپنے ملک میں ہی دیانت داری اور امانت داری سے اپنی روزی کما سکیں۔

سوال : دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ کیا سپر پاور امریکا سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور اسے آنکھیں دکھانا ہمارے لئے خطرناک نہیں ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات آئے ہیں۔ آج کے دور میں اگر دیکھا جائے تو فرعون کا لقب امریکا پر صادق آتا ہے۔ فرعون نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ تمہاری مثالی تہذیب اور ثقافت کو تباہ کرنے کے لیے آ گئے ہیں۔ ایک موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ تو نے ان کافروں کو بڑا مال و دولت اور خوشحالی دی ہوئی ہے، اس کی وجہ سے عوام الناس تیرے راستے پر نہیں آ رہے، تو ان کی دولت کو تباہ و برباد کر دے، تاکہ لوگ تیری طرف متوجہ ہوں۔ قرآن حکیم کی رُو سے دیکھا جائے تو آج کے دور کا فرعون امریکا نظر آتا ہے اور عوام الناس میں اسی کی ثقافت اور اسی کی تہذیب کا چرچا ہے جبکہ اصل اللہ کا دین ہے۔ اگر اللہ کے دین کی طرف لوگ آئیں تو ان شاء اللہ اس میں لوگوں کو عدل و انصاف اور بہتری ملے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک نظام ہے کہ عروج و زوال قوموں پر آتے رہتے ہیں، لیکن بالآخر اللہ کے دین کا بول بالا ہوگا۔

★ ★ ★

دل (نظم)

پس منظر:

علامہ اقبالؒ نے مارچ 1903ء میں انجمن حمایت اسلام کے 18 ویں سالانہ اجلاس میں بارہ بند کی ایک نظم پڑھی، جس کا عنوان تھا: ’’ابر گہر بار یعنی لغتِ عاشقانہ جناب سرورِ کائنات وفریادِ امت بہ آستانۂ آں ذات بابرکات‘‘۔

یہ نظم ’’فریادِ امت‘‘ کے نام سے مشہور ہوئی۔ بانگِ درا میں اس نظم کا صرف تیسرا بند شامل کیا گیا، باقی گیارہ بند حذف کردیے گئے۔ نظم کا عنوان ’’دل‘‘ تجویز ہوا۔

اشعار:

قصۂ دار و رسن بازیٔ طفلانۂ دل　　التجائے ’’اَرِنی‘‘ سُرخیِ افسانۂ دِل
یارب! اس ساغرِ لبریز کی مے کیا ہوگی!　　جادۂ مُلکِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دل
ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یا رب　　جل گئی مزرعِ ہستی تو اُگا دانۂ دِل
حُسن کا گنجِ گرانمایہ تجھے مل جاتا　　تو نے فرہاد! نہ کھودا کبھی ویرانۂ دِل
عرش کا ہے کبھی کعبہ کا ہے دھوکا اس پر　　کس کی منزل ہے الٰہی! مرا کاشانۂ دل

الفاظ کے معانی:

قصہ دار و رسن: سولی اور اس کی رسّی، مراد منصور کو سولی پر چڑھانے کا واقعہ — بازیٔ طفلانہ: بچوں کا کھیل — اَرِنی: اللہ کا جلوہ دیکھنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرزو — ساغرِ لبریز: بھرا ہوا پیالہ — جادہ: پگ ڈنڈی، راستہ — خطِ پیمانہ: وہ لکیریں جو پیالے پر مقدار ناپنے کے لیے لگی ہوں — مزرعِ ہستی: ہستی یا زندگی کا کھیت — گنج: خزانہ — گراں نما: قیمتی — کاشانہ: گھر، مکان

شرح:

1۔ منصور کو سولی پر چڑھانے کا واقعہ دل کے لیے بچوں کا کھیل ہے۔ دل کے افسانے کا عنوان یہ ہوتا ہے کہ تجلیٔ الٰہی کی طلب میں سراپا التجا بن جائے۔ جس طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے طور پر جا کر اَرِنی کی صدا بلند کی تھی۔ یعنی خدا کا جلوہ دیکھنے کی آرزو دل کا سب سے پہلا اور اونچا جذبہ ہے۔

2۔ جس پیمانے کی تھوڑی سی شراب پی کر ہمیشہ کی زندگی مل جاتی ہے، وہ اگر بھرا ہوا پی لیا جائے تو کیا کہا جاسکتا ہے کہ کیا کیفیت ظاہر ہو؟

3۔ اے خدایا! یہ رحمت کا بادل تھا یا عشق کی بجلی؟ زندگی کا کھیت جل گیا تو اس میں سے دل کا دانہ اُگا۔ مراد یہ ہے کہ زندگی عشق کی نذر ہوگئی تو دل وجود میں آیا۔ ایک لحاظ سے یہ بجلی تھی کہ زندگی کو ختم کردیا۔ دوسرے لحاظ سے یہ رحمت کا بادل تھا، جس کے برسنے سے دل زندہ ہوگیا۔

4۔ اے فرہاد! تو بے ستون پہاڑ کو کاٹتا رہا۔ اگر دل کا ویرانہ کھودتا تو تجھے حسن کا قیمتی خزانہ مل جاتا جو باتیں شاعری میں مانی ہوئی ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ خزانہ ویرانے میں ہوتا ہے۔

5۔ مجھے کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ میرا دل کعبہ ہے۔ کبھی سمجھتا ہوں کہ یہ عرش ہے۔ اے خدا! میرے دل کے مکان میں کون رہتا ہے؟

اشعار:

دل کسی اور کا دیوانہ، میں دیوانۂ دِل　　اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا
رشکِ صد سجدہ اِک لغزشِ مستانۂ دِل　　تو سمجھتا نہیں اے زاہدِ ناداں! اس کو
وہ اثر رکھتی ہے خاکسترِ پروانۂ دل　　خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے　　عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے

الفاظ کے معنی:

جنوں: دُھن، لگن — سودا: دیوانگی، خبط — زاہدِ نادان: ناسمجھ پرہیزگار رناصح — رشکِ صد سجدہ: سو سجدوں سے زیادہ قابل رشک — لغزش مستانہ: مستی بھری لڑکھڑاہٹ، جذب و مستی میں کہی گئی بات — اکسیر: پُراثر دوا — خاکستر: راکھ — دام: جال۔ برق: بجلی — نخل: درخت

شرح:

6۔ دل اپنے جنون میں الجھا ہوا ہے۔ میرے سر میں اپنا سودا سمایا ہوا ہے۔ میں دل پر جان دیتا ہوں، دل کسی اور کا دیوانہ ہے۔

7۔ اے نادان زاہد! تو اس حقیقت سے آگاہ نہیں۔ دل کی ایک مستانہ لڑکھڑاہٹ سینکڑوں سجدوں کے لیے باعث رشک ہے یعنی سینکڑوں سجدوں سے بہتر ہے۔

8۔ دل کے پروانے کی راکھ میں وہ اثر ہے کہ وہ خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنادیتی ہے۔

9۔ دل عشق کے جال میں پھنس جاتا ہے تو اسے حقیقی آزادی ملتی ہے یعنی وہ اپنا حقیقی مقام حاصل کرتا ہے۔ عام درخت بجلی گرنے سے جل جاتے ہیں، لیکن دل کے پیڑ کی یہ خاصیت عجیب وغریب ہے کہ بجلی گرتی ہے تو یہ ہرا بھرا ہوتا ہے اور پھولتا پھلتا ہے۔ گویا دل کی رونق عشق کے دم سے ہے۔

☆☆☆

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

تنظیم اسلامی ٹوبہ کے زیر اہتمام مسجد طوبیٰ میں افتتاحی خطاب جمعہ

جامع مسجد طوبیٰ شالیمار ٹاؤن ٹوبہ کی بالائی منزل کی تکمیل پر 7 مارچ 2014ء کو افتتاحی خطاب جمعہ کے لئے جناب رحمت اللہ بٹر (مشیر امیر تنظیم اسلامی) کو مدعو کیا گیا۔ محترم بٹر صاحب نائب امیر حلقہ فیصل آباد محمد رشید کے ہمراہ تشریف لائے۔ خطاب جمعہ میں انہوں نے مسنون خطبہ جمعہ کی پنجابی زبان میں وضاحت کی۔ کم وبیش 300 افراد نے اُن کا خطاب سنا۔ نہایت سلیس اور مؤثر انداز میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اس کے مواقع' اللہ تعالیٰ سے استعانت، استغفار اور توکل علی اللہ کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ خطاب جمعہ تذکیر بالقرآن کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن ہماری اکثریت قرآن وحدیث کی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے ہدایت کے ان ذرائع سے استفادہ کرنے سے محروم رہتی ہے۔ انہوں نے حاضرین پر زور دیا کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتیں فہم قرآن کے لئے صرف کریں، تاکہ اُن پر صراطِ مستقیم واضح ہو۔ انہوں نے اصحاب سبت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ اللہ کی کتاب سے استفادہ کی بجائے دنیاوی امور میں مصروف رہتے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ان پر عذاب آیا۔ ہم مسلمانوں کے لئے جمعہ کے دن کی خصوصی اہمیت ہے، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ اس دن بالعموم دنیاوی مصروفیات ترک نہیں کرتے اور تذکیر بالقرآن سے محروم رہتے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد رفقاء واحباب کو مسجد کی بیسمنٹ میں الھدیٰ لائبریری کے قیام کے بارے میں آگاہ کیا گیا۔ نمازی احباب میں کتابچہ ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' اور ندائے خلافت کے شمارے تقسیم کیے گئے۔ مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔ بعدازاں نائب امیر حلقہ نے رفقاء سے تذکیری گفتگو کرتے ہوئے انہیں ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں۔ تقریباً ساڑھے تین بجے مہمان خصوصی بٹر صاحب اور نائب امیر حلقہ محمد رشید عمر واپس تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ دینی ذمہ داریوں کی ادائی میں ہماری مدد فرمائے۔ (مرتب: غلام نبی)

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام 40 روزہ قرآن کلاسز کا اجراء

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام 40 روزہ قرآن کلاسز کا باقاعدہ آغاز 18 مارچ کو حلقہ کے آٹھ مختلف مقامات پر دینی جوش وجذبہ کے ساتھ ہوا۔ ان آٹھ مقامات میں ایک کلاس مقامی تنظیم شمالی میں مکان نمبر 3، گلی نمبر 17، وسن پورہ، عمر دین روڈ لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ رابطہ نمبر 03444294304 ہے۔ دوسری کلاس چھاؤنی تنظیم کے تحت خیابان اقبال روڈ، 29XX-Block، 3C، ویسٹرن کمپیوٹرز میں ہو رہی ہے، اس کا رابطہ نمبر 03004587950 ہے۔ تیسری کلاس بھی چھاؤنی تنظیم میں علی سینٹری سٹور، بالمقابل پانی والی ٹینکی، مین نشتر کالونی بازار، فیروز پور روڈ ہو رہی ہے۔ رابطہ نمبر 03114343497 ہے۔ چوتھی کلاس صدر جامع مسجد تقویٰ، A-Block، سبحان پارک، بٹ چوک، تاجپورہ سکیم، لاہور میں ہو رہی ہے۔ رابطہ نمبر 03214004049 ہے۔ پانچویں کلاس گڑھی شاہو مرکز تنظیم اسلامی ۔67-A، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور میں ہو رہی ہے۔ رابطہ نمبر 03234667834 ہے۔ چھٹی کلاس گلبرگ تنظیم کے تحت مرکز حلقہ لاہور شرقی فلیٹ نمبر 5، سیکنڈ فلور، سلطانہ آرکیڈ، فردوس مارکیٹ، گلبرگ III، میں ہو رہی ہے۔ رابطہ نمبر ہے 03214082836۔ ساتویں کلاس جو داروغہ والا تنظیم کے زیر انتظام ساجد اکیڈمی، شالیمار کالج روڈ، بالمقابل پانی والی ٹینکی، باغبانپورہ، لاہور میں ہو رہی ہے اس کا رابطہ نمبر 03004575582 ہے۔ آٹھویں کلاس بھی داروغہ والا تنظیم کے تحت پاکستان پبلک سکول شاپ، کوٹ دوئی چند، نزد منادواں ٹریننگ سنٹر لاہور میں ہو رہی ہے جس کا رابطہ نمبر 03334747671 ہے۔ اس کے علاوہ شاہدرہ میں بھی جلد ایک کلاس شروع کر دی جائے گی اور اندرون شہر میں بھی قرآن کلاس کی تیاریاں مکمل ہیں۔ یہ کلاسز بعد از نماز مغرب ہفتہ میں 4 دن (پیر تا جمعرات) منعقد ہو رہی ہیں۔ جن میں ڈائریکٹ میتھڈ کے تحت قرآن مجید کو باترجمہ پڑھنے اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ نماز کا نصاب بھی مکمل کیا جائے گا۔ نیز ان مقامات پر فہم دین پروگرام بھی منعقد کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو سمجھنے اور سمجھانے کی اس عاجزانہ کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔ (رپورٹ: شکیل احمد)

حلقہ لاہور شرقی کا سہ ماہی اجتماع

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام سہ ماہی اجتماع 30 مارچ 2014ء بروز اتوار مسجد نور باغ والی میں منعقد ہوا۔ پروگرام میں علامہ مفتی محمد مسعود ظفر کو خصوصی طور پر دعوت دی گئی تھی۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری ناظم دعوت حلقہ لاہور شرقی جناب شکیل احمد نے انجام دی۔ اجلاس کی صدارت امیر تنظیم اسلامی کے مشیر خصوصی رحمت اللہ بٹر نے کی۔ پروگرام کا آغاز مقررہ وقت پر صبح ساڑھے نو بجے تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ بعدازاں شمالی تنظیم کے عدیل احمد نے دلنشین انداز میں نعت رسول مقبول پیش کی۔ امیر حلقہ قرۃ العین خان نے مہمانان گرامی کا تعارف کرایا اور پروگرام کے موضوع اور اس کی ضرورت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مدعو مقرر مفتی محمد مسعود ظفر کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے آج کے موضوع ''معرکۂ ایمان و مادیت'' کی روشنی میں جدید تحقیق پر مبنی انتہائی پُر مغز گفتگو فرمائی۔ اپنے سوا دو گھنٹے کے مفصل خطاب میں انہوں نے احادیث نبویؐ کے تناظر میں موجودہ مادیت کے دور اور فتنہ دجال پر روشنی ڈالی اور قرآن مجید سے اہم واقعات جیسے اصحاب کہف کا واقعہ، باغ والوں کا قصہ، حضرت موسیٰ اور خضرؑ کی ملاقات کا احوال بیان کیا اور کہا کہ ہمیں موجودہ دور فتن میں اصحاب کہف کا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح اصحاب کہف نے باطل نظام سے ٹکر لی، ہمیں بھی دین حق کے غلبہ کے لیے اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ مفتی محمد مسعود ظفر نے اپنے خطاب میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی دینی خدمات اور انقلابی تحریک کے قیام کے حوالے سے ان کی جدوجہد کو سراہا۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم ڈاکٹر صاحب نے نظام خلافت کے قیام کے لیے ایک انقلابی تحریک کا آغاز کیا اور اس پاک مشن کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ اجلاس کے اختتام پر جناب رحمت اللہ بٹر نے صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے پُر جوش خطاب میں قرآن مجید سے جڑنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ حقیقی راہنمائی اور ہدایت کا راستہ صرف قرآن مجید وسنت رسولؐ سے مل سکتا ہے۔ آج اس سے دوری کے باعث امت ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ ان ابتر حالات سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ اُمت مسلمہ قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کرے۔

آخر میں کچھ اعلانات کیے گئے اور اجتماعی دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے اور پروگرام کے شرکاء کو اقامت دین کی جدوجہد میں تن من دھن لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین (رپورٹ: محمد رفیق چودھری)

بقیہ: توجہ طلب

راستے نہیں کھولے جاسکتے؟ وہ بھاری اخراجات جو 70,000 فوج کو یہاں رکھنے پر خرچ کئے جا رہے ہیں اگر ان کو اگر ان علاقہ جات کی تعمیر وترقی پر خرچ کیا جائے۔ اسلام آباد پنڈی میں میٹرو بس سروس سے زیادہ کیا ان علاقوں کی حفاظت اور ترقی ہماری ضرورت نہیں ہے؟ کیا فیصل آباد اور ملتان کے میٹرو بس کے منصوبے ان علاقوں کے مستقبل سے زیادہ اہم ہیں۔ ملک کے بہی خواہ عناصر سے پرزور اپیل ہے کہ نہ صرف ان قبائلی علاقوں کی تعمیر وترقی بلکہ بلوچستان کے دور افتادہ علاقوں کو بھی قومی دھارے میں شامل کرنے کے لئے شہری سہولتوں کا جال بچھانے پر حکومت کو مجبور کریں۔ غور کیجیے پنجگور جیسے ایرانی سرحد پر واقع قصبے کو پاکستان کی طرف سے وہ سہولتیں میسر ہیں جو اس کے مدمقابل ایران میں واقع شہر یا قصبے کو ہیں؟ شہری سہولتوں کے اعتبار سے اگر آپ ان کا موازنہ کریں گے تو دن اور رات جیسا فرق نظر آئے گا۔ کیوں ہم خود اپنے لوگوں کو ملک دشمن قوتوں کا آلہ کار بننے پر مجبور کرتے ہیں؟ ان سطور کے لئے اسلام آباد پالیسی انسٹیٹیوٹ کے پیپر نمبر 10 سے مدد لی گئی ہے، جسے ایشیا پرنٹر نے مارچ 2005ء میں شائع کیا اور جو اس ادارے کی ویب سائٹ http://ipripak.org./papers/fedrally.shtml پر موجود ہے۔

یادِ رفتگاں

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر انتظام

کلیۃ القرآن لاہور کے پرنسپل

پروفیسر طارق مسعود کی رحلت

حافظ حمزہ آصف

طالب علم کلیۃ القرآن

28 مارچ 2014ء شاید کلیۃ القرآن لاہور کی تاریخ کا سب سے اُداس دن تھا، جب ہمارے بہت پیارے اور مشفق استاد اور کلیۃ القرآن کے پرنسپل طارق مسعود ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اُس دن ہر آنکھ نم تھی، ہر دل شکستہ تھا۔ چھوٹے، بڑے، استاد، شاگرد سب ہی غمگین تھے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

جناب طارق مسعود نے جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے، مارچ 2012ء میں کلیۃ القرآن میں بحیثیت پرنسپل ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اس مختصر عرصے میں انہوں نے اپنی انتظامی اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے کلیۃ القرآن کو ایک نئی صحت بخش تعلیمی فضا مہیا کی۔ ان کی نگرانی میں کلیۃ القرآن کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملا، مگر وہ بہت جلد ہی ہمیں الوداع کہہ گئے۔ وہ اتنا ہی وقت لے کر آئے تھے۔ اور اس امر میں کسے شک ہو سکتا ہے کہ جب اللہ کی عطا کردہ عمر ختم ہو جاتی ہے تو پھر ایک پل کی بھی مہلت نہیں ملتی۔

محترم طارق مسعود صاحب انتہائی شفیق اور ہمدرد استاد تھے، تاہم قانون کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ''کالج کے قوانین کو توڑنا اس کے تقدس کے خلاف ہے۔'' وہ قانون اور قواعد کے معاملے میں کوئی کوتاہی اور تساہل برداشت نہیں کرتے تھے، خواہ ایسا کوئی بھی کرے۔ اُن کا طرز تدریس بہت سادہ اور دلچسپ تھا۔ وہ بنیادی طور پر انگریزی کے استاد تھے، مگر انسانی نفسیات سے خوب واقف تھے۔ علوم قرآنی سے بھی اچھی خاصی آگاہی رکھتے تھے۔ وہ علم دوست شخصیت تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ ایک ہی وقت میں ماہر ادب و ماہر نفسیات تھے۔ قرآن شریف سے انہیں خصوصی لگاؤ تھا۔ وہ اکثر اس کے مطالعے میں مصروف دکھائی دیتے۔ ان کے انداز تربیت کا یہ پہلو ہمیں بہت پسند تھا کہ وہ اپنی بات سختی سے منوانے کی بجائے دلیل سے قائل کرتے تھے۔ اگر کوئی اُن سے اختلاف کرتا تو اُسے بہت پیار سے بات سمجھا دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فن گفتگو سے خوب نوازا تھا۔ ان کی تقریر بہت دلچسپ ہوتی تھی۔ اس دوران سامعین پر اکتاہٹ طاری نہ ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی لغزشوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے، اور انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ رب کریم سے یہ بھی دُعا ہے کہ ہماری مادرِ علمی کلیۃ القرآن کو اُن کا حقیقی نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

دعائے صحت کی اپیل

امیر حلقہ پنجاب پوٹھوہار مشتاق حسین دل کے عارضے میں مبتلا ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے دل کا آپریشن بھی کروایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کے لئے دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لکھو منڈی، بوریوالہ میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، رفیقۂ تنظیم، عمر 27 سال، قد 5.6، خوبصورت، خوب سیرت، ایم اے اسلامیات، ایم ایڈ (جاری) گورنمنٹ سکول ٹیچر کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:0321-5100164

☆ ایک دیندار فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 32 سال، صوم وصلوٰۃ کی پابند، سلیقہ شعار، امور خانہ داری میں ماہر کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔ پنڈی، ہزارہ کے رہائشی رابطہ کریں۔ برائے رابطہ:0301-4576107

☆ اسلام آباد میں مقیم فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم ایم اے انگلش (بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی) صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لئے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ اسلام آباد کی رہائشی فیملز رابطہ کریں۔

برائے رابطہ:0321-6330058

☆ واہ کینٹ میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم BE کمپیوٹر سائنس دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ:0300-5368927

☆ گورنمنٹ ڈگری کالج کے ایک سابق پرنسپل کو اپنے برسرروزگار بیٹے، عمر 23 سال، ایم ایس سی (زوالوجی) کے لئے پڑھی لکھی، موحد فیملی سے تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ البتہ لڑکے کا تعلق مغل فیملی سے ہے۔

برائے رابطہ:0324-6454124

☆ بہن، 30 سال MBA، دراز قد، خوب سیرت وخوب صورت، خلع یافتہ، پردے کی پابند، کے لئے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ:0315-4098901

☆ مرد، سرگودھا کے رہائشی شخص، عمر 60 سال ذاتی رہائش ذاتی کاروبار کے لئے بیوہ/ مطلقہ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-8601000,0333-8601000

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیمِ اسلامی پشاور صدر کے ملتزم رفیق محمد جمشید عبداللہ کی ہمشیرہ بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔

☆ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے منفرد رفیق غلام مصطفیٰ باجوہ (پسرور) انتقال کر گئے۔

☆ تنظیمِ اسلامی جہلم حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے مبتدی رفیق فضل محمد رضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔

☆ گلشن اقبال تنظیم کے رفیق سید صابر علی کے بھائی رحلت فرما گئے۔

☆ تنظیمِ اسلامی نوشہرہ کے رفیق محترم جناب عبدالقیوم کی بھابھی اور جناب نور اللہ کی ساس بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔

☆ تنظیمِ اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد اسرہ ڈیرہ اسماعیل خان کے ملتزم رفیق فواد علی لوہانی کے ماموں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔

☆ حلقہ لاہور شرقی کے ناظم تربیت جناب خلیل احمد کی خوش دامن قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی حلقہ لاہور شرقی راحیل محمود بھٹی کی خوش دامن کا گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

was apparent from the words 'I, General Pervez Musharraf......' used in it."

According to the SC ruling, the actions of General Pervez Musharraf dated November 3, 2007 were the result of his apprehensions regarding the decision of Wajihuddin Ahmed's case and his resultant disqualification to contest the election of president. Therefore, it could not be said that the said actions were taken for the welfare of the people. Clearly, the same were taken by him in his own interest and for illegal and unlawful personal gain of maneuvering another term in office of president, therefore, the same were mala fide as well.

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''قائد اعظم یونیورسٹی کالونی جامع مسجد نزد بری امام اسلام آباد'' میں

18 تا 20 / اپریل 2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0323-5044904 / 334-5309613

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: (042)36316638 36366638

اظہار خیال

سالانہ اجتماع: ایک تاثر

عثمان ہارون

قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی

تمام تعریف وشکر اللہ رب العزت ہی کے لیے ہے کہ اس نے ہمیں اپنے ذکر اور دین متین کی فکر کے لیے ایک جگہ جمع ہونے کی توفیق دی۔ تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع ایمانی، فکری اور علمی لحاظ سے بہت سود مند رہا۔ اجتماع کا مرکزی مضمون ''حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے'' بہت اہمیت کا حامل تھا۔ اس لئے کہ آج کل کے پُرفتن دور میں ہر سطح پر سنت رسول ﷺ کی اساسی حیثیت کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ موضوع کی ہی یہ برکت تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی معطّر شخصیت کی عظمت، آپؐ کے انسانیت، بالخصوص امت مسلمہ پر احسانات کی یاد دہانی ہوئی۔ علاوہ ازیں اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کا احساس مزید راسخ ہوا۔ نیز اطاعت و اتباع کا امتزاج سنت، رسول ﷺ کی وحدت اور اتباع رسول ﷺ کی اہمیت کا ادراک ہوا۔ غلبۂ دین کی جدوجہد اور ذاتی وانفرادی زندگی میں خود کو دین اسلام کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھنے کے لیے کسی جماعت صالحین و صادقین سے جڑے رہنے کی اہمیت اچھی طرح اجاگر ہوئی۔ ساتھ ساتھ اس بات کا بھی تجربہ ہوا کہ صرف چند ہزار افراد کو کسی جگہ نظم کا پابند کر دینا سہل نہیں لہٰذا اس میدان میں رفقائے تنظیم کو مزید آگے بڑھنا ہوگا۔ ان شاء اللہ!

مرکزی ذمہ داران کا تعارف ایک اچھا اقدام تھا، جس سے تنظیم اسلامی کا نظام مراتب واضح ہوا۔ ملک کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے مقررین نے مرکزی مضمون کو مختلف زاویوں سے رفقاء واحباب کے سامنے رکھا، جو دینی افکار کو مزید وسعت دینے کا ذریعہ بنا۔ چند ایک تقاریر میں فارسی اشعار کی بہتات تھی، جس کا فہم ہمارے معاشرے کی اکثریت میں تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ لہٰذا کوشش کی جانی چاہیے کہ اجتماعی سطح پر جو بھی بات رکھی جائے، وہ آسان زبان میں ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ تمام شرکاء کی شرکت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اور اجتماع کے منتظمین کو اُن کی محنت اور ایثار پر اجر عظیم سے نوازے۔ آمین یا ربّ العالمین

STAFF REQUIRED

We require a BA/FA computer literate store officer / in charge at a Lahore based trading company to manage inventory & packing.
Salary negotiable relevant to experience.
Cv's may be emailed to aamir@dmcpak.com
Decision Management Consultants (DMC) 0321-9743985

Who can be the possible abettors in Musharraf's crime?

By Ansar Abbasi

ISLAMABAD: Four retired federal secretaries and many others can be involved in the Musharraf high treason case by the defense team for implementing the dictator's November 3, 2007 unconstitutional order and are therefore vulnerable.

The FIA inquiry report into the matter did not find any abettor but talked of "implementers". As Musharraf's trial finally takes off after his indictment, which removed many hurdles and hiccups, Musharraf's defense team will now focus on who did what on November 3, 2007 to complicate the case.

According to sources, though the FIA inquiry report into General Pervez Musharraf's case under Article 6 of the Constitution did not find any abettor or corroborator on the civilian side, it did say that the then secretary to the president, cabinet secretary, interior secretary, law secretary and others were among the implementers of the unconstitutional order.

Regarding the military side, the FIA team investigating the matter was never allowed to enter the GHQ. The report established one fact that nothing was found from the Presidency, the Prime Minister's Office, cabinet secretariat, the law ministry and other government offices to establish that they were involved in the preparation of the November 3 order, which was the basis for the abrogation of the Constitution and the unconstitutional and illegal removal of dozens of judges.

On the civilian side, all government officials interviewed as yet by the FIA team have revealed that they were not involved in the preparation of the order but had received it for implementation. The unconstitutional PCO was notified by the secretary cabinet, which was conveyed the said order through the-then secretary to the prime minister.

The-then secretary law and the-then interior secretary got the PCO implemented through the official machinery. Musharraf's defense team is expected to get the "implementers" involved. However, it is yet to be seen if the VVIP accused would allow his legal team to get the record of the GHQ scanned with the hope that it might help to save his skin.

In his unconstitutional Proclamation of Emergency Order, Musharraf had stated that the situation had been reviewed in meetings with the prime minister, governors of all the four provinces, and with chairman joint chiefs of staff committee, chiefs of the armed forces, vice chief of the army staff and corps commanders of the Pakistan Army, and emergency was proclaimed in pursuance of the deliberations and decisions of the said meetings....."

Musharraf's claim about his "consultation" with the civilian government has not been proved from any official record with the civilians. The FIA team wanted to see who in the GHQ and from amongst the-then military commanders had been consulted in preparation of the said order but it could not be done.

The Supreme Court, in its July 31, 2009 judgment, had found Musharraf making a wrong statement in his Proclamation of Emergency Order. The SC had ruled, "The statement made in Proclamation of Emergency that the situation had been reviewed in meetings with the prime minister, governors of all the four provinces, and with chairman, joint chiefs of staff committee, chiefs of the armed forces, vice chief of army staff and corps commanders of the Pakistan Army, and emergency was proclaimed in pursuance of the deliberations and decisions of the said